اداریہ

# دشت الفت میں ایک اور..........قدم

غلام مصطفی نعیمی

کسی بھی کام میں عمدگی، پختگی اور کشش تبھی آتی ہے جب اس میں سخت محنت مضبوط قوت ارادی خلوص دل اور تن من دھن سے اپنے آپ کو جھونک دیا جائے اور سب کچھ بھلا کر بس اسی کو پروان چڑھانے کیلئے اپنے تمام اوصاف، خوبیاں اور صلاحیتیں استعمال میں لائی جائیں اسکے بعد نتیجہ رب نعیم پر چھوڑ دیا جائے تو امید بندھ جاتی ہے کہ نتیجہ حوصلہ افزا اور خوش کن آئیگا کیونکہ اللہ اپنے بندوں سے صرف کوشش کا ہی مطالبہ کرتا ہے۔ **السعی منا والاتمام من اللہ**

یہی ساری باتیں سوچ کر اپنی ٹوٹی پھوٹی ہمت وقوت کو اکٹھا کر سنی رسائل میں سب سے قدیم تاریخ رکھنے والے تاریخ ساز شمارہ ''السواد الاعظم'' کو دوبارہ جاری کرنے کا ارادہ کیا اس کیلئے کیا کیا تیاریاں کیں، کہاں کہاں دستک دی اور کتنے مراحل سے گزرنا پڑا اس کا تذکرہ پھر کبھی۔

جیسے تیسے کرتے پڑتے آخر کار وہ مبارک ساعت بھی آ ہی گئی جس کیلئے یہ ساری بھاگ دوڑ ہو رہی تھی اللہ عزوجل کا کرم، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف اتم اور سیدی صدر الافاضل کا فیضان کرم جھوم کر برسا اور اسی رم جھم میں ماہ جمادی الاول تا شعبان ۱۴۳۲ھ مطابق مئی تا جون ۲۰۱۱ء کے دورانیہ پر محیط ''السواد الاعظم'' ماہنامہ سے سہ ماہی کا لباس بدل کر '' سواد اعظم'' کے خوبصورت نام سے جہان اہل سنت میں جلوہ گر ہوا اور حساس دلوں کیلئے فرحت و شادمانی کا مژدۂ جانفزا ثابت ہوا۔ اسلام وسنیت کا درد رکھنے والوں کی جانب سے مبارکبادیوں کا ایک شور دلنواز بلند ہوا اور اسی مبارکبادی کے شور میں حضرت صدر الافاضل کے لگائے ہوئے چمن ''جامعہ نعیمیہ'' دیوان بازار مرادآباد میں دستار فضیلت کے حسین موقع پر ہزاروں کے مجمع میں عظیم المرتبت علماء ومشائخ کے ہاتھوں رسم اجراء کے بعد عوام اہل سنت کے نام کر دیا گیا اور اس طرح امت کے سواد اعظم کو ''سواد اعظم'' سونپ دیا گیا۔

**رسم اجراء کا خوبصورت سماں:** ۹، شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۲، جولائی ۲۰۱۱ء بروز منگل ایک خوبصورت رات تھی جس میں علماء کے پروقار اور نورانی چہرے ماحول کی دلکشی میں اضافہ کر رہے تھے، گلشن نعیم آج دلہن کی طرح سجا ہوا تھا، ہر طرف علماء وطلباء کا جمگھٹ نظر آ رہا تھا، مجمع بڑھتا چلا جا رہا تھا صدر دروازہ سے داخل ہوتے ہی جب سامنے نظر پڑتی تو ایک اشتہار نظر آتا جس پر ۷۰، سال کے طویل وقفے کے بعد سواد اعظم کے دوبارہ جاری ہونے پر اپنی خوشی ظاہر کرتے ہوئے عالم اسلام کو مبارکباد دی گئی تھی۔ مبارکباد دینے والوں میں استاذ محترم مولانا اکبر علی نعیمی و استاذ الخطاط مولانا کاتب حبیب احمد نعیمی مرحوم (جو ابھی کچھ وقت پہلے ہی ماہ نومبر میں داغ مفارقت دے گئے۔ سواد اعظم سے کافی محبت تھی یہ سواد اعظم سے وابستگی ہی تھی کہ اخیر وقت بھی معلوم کیا کہ دوسرا شمارہ کب تک آ رہا ہے۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔

ان کے علاوہ اور بھی چند پر جوش نوجوان علماء اشتہاری مہم میں پیش پیش تھے جنہوں نے چاروں طرف مبارکبادی کے بڑے بڑے اشتہار و بینر لگا کر عوام کے ذہنوں کو سواد اعظم کی طرف راغب کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

یاد ش بخیر! وہ وقت بھی آیا کہ جب جامعہ نعیمیہ کا صحن کھچا کھچ بھر گیا اور اسٹیج پر علمائے کرام کا ورود شروع ہوا۔ اجلاس کی نظامت سرمایہ علم وفن پروفیسر علامہ ہاشم صاحب نعیمی جیسی باوقار، باوزن اور معتبر ومعتمد شخصیت کے ذمہ تھی جنہوں نے جامع انداز میں ''سواد اعظم کا تعارف کراتے ہوئے ذہن سازی کی اور مجمع کو ذہنی طور پر سواد اعظم سے جوڑنے کے بعد مخصوص علماء کو سواد اعظم کے اجراء

کیلئے آواز دی۔ جس پر لبیک کہتے ہوئے شیخ الجامعہ مفتی محمد ایوب صاحب نعیمی، نبیرۂ صدرالافاضل مولانا حکیم سید محمد ہاشم نعیمی، نبیرۂ سرکار کلاں سید محمود اشرف صاحب اشرفی الجیلانی کچھوچھوی اور غازی دوراں مولانا سید ظفر مسعود صاحب کچھوچھوی نے آگے بڑھ کر خوبصورت پیکنگ (Pekinge) میں ملبوس ''سواداعظم'' کی رونمائی کرتے ہوئے علماء وعوام کے سپرد کر دیا۔ سواداعظم کی ۷۰، سالہ لمبی جدائی کے بعد آمد نو سے مسرور و شادماں نظر آرہے نبیرۂ سرکار کلاں، شیخ الجامعہ اور غازی دوراں نے صدرالافاضل کی اس یادگار سے اپنی قلبی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے ناچیز کو عطیات سے نوازا۔ اس صحن میں جہاں میرے طالب علمی کے شب و روز گزرے اور جہاں رہ کر میں نے اپنے اساتذہ کی کفش برداری کرتے ہوئے خوشہ چینی کی آج اسی صحن میں آستانہ صدرالافاضل کے برابر، ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں اپنے عظیم المرتبت اساتذہ اور معزز علماء ومشائخ سے داد وتحسین اور عزت افزائی کے ہجوم میں سرشار ہوا تھا اور جب میرے استاذ محترم حضرت پروفیسر علامہ ہاشم صاحب نے یہ فرمایا کہ ''ہر طالب علم کو اپنے مادر علمی پر فخر ہوتا ہے مگر طلبہ کے ہجوم میں کچھ طالب علم ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر مادر علمی کو فخر ہوتا ہے اور مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی انہیں جیالوں میں سے ایک ہیں ان پر اساتذہ اور جامعہ کو ناز ہے'' یہ سن کر بے اختیار آنکھیں بھیگ گئیں کہ کہاں میں ایک ادنی سا طالب علم اور کہاں یہ عزت افزائی! بس والدین کی دعائیں، فیضان صدر الافاضل اور مشفق اساتذہ کا جذبہ خلوص کہ ان کی کاوشوں کی بدولت کسی خدمت کے لائق ہوسکا۔ اللہ میرے والدین واساتذہ کو مزید درجات عطا فرمائے۔

**اب اگلی منزل** : سواداعظم کی اشاعت اول کے بعد دوسرا شمارہ آنے کے درمیان پانچ مہینے کا طویل وقت گزر گیا اس کی کچھ وجہ تو رسائل کی راہ میں آنے والی مشکلات تھیں اور کچھ سواد اعظم کو زیادہ سے زیادہ عوام وخواص تک پہنچانے کا میرا جذبہ تھا کہ پہلے اچھی طرح اہل سنت کے مدارس وافراد تک سواداعظم پہنچایا جائے پھر دوسرا شمارہ لایا جائے۔ اب! ان تمام رکاوٹوں کو پار کرتے ہوئے دوسرا شمارہ آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر ہے۔

سواداعظم کا دوسرا شمارہ خصوصی نمبر کے طور پر شائع کیا گیا ہے اور اس کیلئے عالم اسلام کے عظیم نحوی امام صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کا انتخاب کیا گیا کہ آپ جامعہ نعیمیہ کے ایک مایہ ناز فرزند، صدرالافاضل کے عزیز شاگرد اور ملت اسلامیہ کے عظیم محسن بھی ہیں۔ جن کے قلم کا فیض طلبہ پر ابتدائے تعلیم سے ہی جاری ہو جاتا ہے اور فضیلت تک بحیثیت متعلم و بعدہ بحیثیت معلم جاری رہتا ہے۔ اس درمیان بعض عزت ماب صاحبان علم یہ سوچ کر اپنی تحریریں دینے سے باز رہے کہ کہیں یہ صرف جوانی کا جوش اور وقتی ابال نہ ہو اور ان صاحبان علم کا یہ سوچنا اپنی جگہ درست بھی ہے کیونکہ اس تھوڑی سی عمر میں خود ہم نے بھی مختلف رسائل وجرائد اور تنظیموں تحریکوں کو نکلتے بنتے اور جلد ہی بند ہوتے دیکھا ہے اس لئے احتیاط بہر حال ضروری ہے اور ان کے اس طرز عمل سے ہمیں مزید مضبوطی سے کام کرنے کی ترغیب ملی۔

دعوی کوئی نہیں کہ ہم کہاں تک جائیں گے بس قدم در قدم اٹھا رہے ہیں پھونک پھونک کر، دیکھ بھال کر اور سنبھل سنبھل کر ارادے مضبوط ہیں، حوصلہ ابھی تک سرد نہیں پڑا مزید جوان ہوا ہے، پریشانیوں سے سامنا پڑا ہے مگر ہمت نہیں ٹوٹی، اپنوں کی سرد مہری سے بھی سابقہ پڑا مگر حرارت جگر میں ابھی تک کوئی کمی نہیں آئی، دشت الفت ومحبت ہے جہاں ایک ایک قدم پر نگاہ رکھی جارہی ہے مگر دل مطمئن ہے کہ منزل کتنی ہی دور کیوں نہ ہو شروعات ہمیشہ ایک قدم سے ہی ہوتی ہے اور ہم اس دشت میں دوسرا قدم رکھ چکے ہیں اس امید پر کہ

؎ پلہ ہلکا ہی سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا۔

☆☆☆

پس منظر و پیش منظر

# سوادِاعظم مرانہیں زندہ ہے

**عبدالرحمن خان قادری بریلوی**

صحافت نے ہر دور میں اپنا انفرادی مقام برقرار رکھا، ہر ایک کو اپنی جانب مائل ومتوجہ رکھا، اہل سیاست بھی صحافت کی چشم التفات کے متمنی رہے اور اہل زبان وادب بھی، ملکی نظام اور سیاسی عروج وزوال میں صحافت کا خاص کردار رہا، صحافت نے تعمیر وتخریب کے دونوں پہلو دکھائے۔ صحافت اقوام کے کمال وزوال کا آئینہ ہے۔ صحافت سیاست کا ایک اہم ستون ہے، خدمت قوم کیلئے سیاست بھی ضروری اور ''صحافت'' بھی ضروری اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے ضروری۔

''قلم'' کا نہ کل کوئی جواب تھا اور نہ آج کوئی جواب ہے۔ قلم کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ جس قوم کو عزت وافتخار کی مسند پر بٹھانا ہو تو اس کے ہاتھ میں قلم دیدو۔ جسے دلوں پر اپنی حکومت کا سکہ جمانا ہوا سے چاہئے کہ ''لوح وقلم'' کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالے۔ جسے مرنے کے بعد بھی زندہ رہنا ہوا سے چاہئے کہ قلمی سرمایہ جمع کرے۔ گویا عزت وافتخار، فلاح ووقار، حیاتِ دوام، فوز مدام، غلبہ واستحکام، سرخروئی وسربلندی اور حکمرانی وفرماں روائی کا دوسرا نام ''صحافت'' ہے۔

حضور صدرالافاضل کے عہد زریں میں صوبہ اتر پردیش کے چند رسائل واخبارات سنی صحافت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ بریلی شریف سے ''الرضا'' یادگار رضا، رام پور سے ہفت روزہ اخبار ''دبدبہ سکندری''، فروغ سنیت اور اشاعت رضویات میں اہم مقام رکھتا ہے۔ اس کے مدیر مولوی شاہ فضل حسن صابری اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھے۔ اسی لئے مدیر موصوف اہلسنت وجماعت کی سرگرمیوں کو اور علمائے اہلسنت کے مضامین کو نمایاں انداز میں چھاپتے تھے۔ ''دبدبہ سکندری'' نے اپنے عہد میں اسلام وسنیت کی بڑی خدمت انجام دی۔ ''شدھی تحریک'' کے زمانے میں حضور مفتی اعظم ہند، صدر الافاضل اوران کے رفقاء کار کی دینی وتبلیغی سرگرمیوں کی رپورٹ نہایت انصاف ودیانت کے ساتھ چھاپنے کا سہرا اخبار دبدبہ سکندری کے سر ہے۔ رضویات کی کافی تاریخ دبدبہ سکندری کے صفحات میں محفوظ ہے۔

بریلی شریف سے ''الرضا'' اور ''یادگار رضا'' کی دینی ومسلکی خدمات اہل علم وشعور پر مخفی نہیں۔ مرادآباد سے ترجمان سنیت ماہنامہ ''السواد الاعظم'' کا جواب نہیں۔ السواد الاعظم (جس کو صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے) کی خدمات اپنی مثال آپ ہیں۔ جس طرح صدرالافاضل کی فکر وذہانت، تدبر ودانائی، شعور وآگہی، ہمدردئ ملت، سیاسی تدبر اور دینی خدمات کا جواب نہیں ٹھیک اسی طرح ''السوادالاعظم'' کی صحافتی خدمات کا بھی جواب نہیں۔ ''السوادالاعظم'' کے معیاری مضامین ہم جیسے افراد کے لئے حجت کا درجہ رکھتے ہیں۔ فکر رضا کی اشاعت، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج، سنیت کا تعارف، علماء حق کی حوصلہ افزائی، اعمال خیر کی ترغیب، منکرات وفواحش کی مذمت، گستاخان رسالت کی سرکوبی اور منکرین اولیاء کی سرزنش ''السوادالاعظم'' کے امتیازی اوصاف تھے۔ رسالہ نکالنا اور پھر اسے جاری رکھنا جتنا مشکل ترین امر ہے یہ اہل علم وادب وصحافت پر مخفی نہیں جو رسالے صرف نام ودام کے لئے نکالے جاتے ہیں ان کا جاری رکھنا بھی جوئے شیر

لانے کے مترادف ہے پھر جو رسالہ صرف اور صرف اعلاء کلمۃ الحق، تبلیغ دین متین، خدمت قرآن وحدیث اور اشاعت سنیت کیلئے نکالا گیا ہو جس کے معاونین ممبران بھی نہایت قلیل ہوں، جس کے پاس سرمایے کی از حد کمی ہو اور جس کو لوگ مالی تعاون بھی نہ کرتے ہوں اسے مدت دراز تک جاری وساری رکھنا واقعی آسمان کے تارے توڑنے کی طرح مشکل ہے۔ ہندوستانی جرائد ورسائل کی دنیا میں ماہنامہ اعلیٰ حضرت اپنی عمر طویل کے اعتبار سے ممتاز ومخصوص نظر آتا ہے کہ اپنے سال قیام ۱۹۶۰ء سے اب تک یہ چراغ اعلیٰ حضرت روشن ہے اور عالم کو روشنی بانٹ رہا ہے۔ اس طویل مدت میں کتنی آندھیاں چلیں، کتنے طوفان اٹھے، کتنی شمعیں بجھیں مگر ماہنامہ اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت کے فیضان، حضور مفتی اعظم ہند کی کرامات، حضرت جیلانی میاں کے ایثار اور حضرت ریحان ملت کی قربانیوں کے صلے میں روشن ہے اور روشن رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے علاوہ سنی صحافت کے افق پر کوئی دوسرا ایسا ستارہ نظر نہیں آتا جس نے اتنی لمبی مدت تک ضیاپاشیاں لٹائی ہوں۔

السواد الاعظم نے بھی اہل جہان کی سختیوں سے تنگ آکر اپنا دروازہ بند کیا، قلمدان سمیٹا اور گہری نیند سو گیا۔ پھر کئی بار انگڑائی لی، بیدار ہوا چلا، کبھی پندرہ روزہ کی شکل میں، کبھی ہفتہ وار کی صورت میں۔ کبھی مرادآباد سے کبھی لاہور سے ''السواد الاعظم'' مرا نہیں، زندہ رہا۔ جب تھک گیا تو کبھی گہری، کبھی ہلکی نیند سو گیا۔

اب الحمد للہ! ''السواد الاعظم'' بیدار ہو چکا ہے اور سہ ماہی سواد اعظم کے نام سے موسوم ہو کر آپ کو بیدار کر رہا ہے۔ آپ کی عقیدت، آپ کے جذبہ دروں، آپ کے اخلاص باطنی، آپ کے جذبۂ حب الوطنی، آپ کی غیرت ایمانی اور آپ کی حمیت اسلامی کو بیدار کر رہا ہے۔

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نعیمی میری جانب سے ان گنت مبارکبادیاں قبول کریں، انہوں نے بزرگوں کی روش پر چل کر بزرگوں کی یادگار کو زندہ کیا۔ انہوں نے ''السواد الاعظم'' کے تن ضعیف میں حضور صدر الافاضل کے فیوض خاص کی روح پھونک دی، انہوں نے ڈوبی ہوئی کشتی کو ترانے کا صرف عزم نہیں کیا بلکہ ترا کر دکھا دیا، انہوں نے بے باک صحافت کی پرخار وادی میں توکل علی اللہ پر یقین کامل رکھتے ہوئے قدم رکھ دیا ہے۔ جیسا کہ خود اپنے اداریہ ''وقت آواز دے رہا ہے'' سے ظاہر وباہر ہے۔

سہ ماہی ''سواد الاعظم'' کا پہلا شمارہ دیکھ اور پڑھ کر میری خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔ اس دور میں رسالہ نکالنا اگر صدر الافاضل کی یادگار سے محبتِ دلی کا زندہ ثبوت ہے تو دوسری جانب مدیر محترم کی بلند خیالی، اعلیٰ ہمتی، ادبی ذوق، صحافتی شعور، جذبہ آہنی اور پختہ یقینی کا سچا اظہار بھی ہے۔

مئی، جون، جولائی ۲۰۱۱ء کا ۴۸ر صفحات پر مشتمل معیاری، بلند پایہ، دیدہ زیب، پُرکشش اور قابل فخر سہ ماہی شمارہ ہر زاویے سے قابل ستائش بھی ہے اور قابل مبارکباد بھی۔ مدیر محترم کی پرعزم شخصیت سے راقم الحروف نے چند لمحاتی ملاقات ہی میں یہ اندازہ لگا لیا کہ موصوف میں کام کرنے کا جذبہ، ساحل کامیابی تک پہنچنے کا حوصلہ، لکھنے اور پڑھنے کا ذوق اور صحافت کے ذریعہ ملت ومذہب کی خدمت کا جذبہ بیکراں موجود ہے۔ ایسے مخلص اور معیاری حضرات کو ضرور ہر قسم کا تعاون کرنا چاہئے۔

دورِ حاضر میں رسائل وجرائد کی کمی نہیں۔ مگر حق گوئی میں بے باک، دینی خدمات میں بے لوث اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعارف واشاعت میں نمایاں رسائل انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ سہ ماہی ''سواد اعظم'' سنی بے باک اور حق گو صحافت میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

☆☆☆

(مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف)

**یادگارِ سلف**

## یادگارِ سلف افتخار خلف

# استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی

حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مجددی (علیہ الرحمہ) (کراچی پاکستان)

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ اکابر علمائے اہل سنت میں تھے۔ بارہ ربیع الاول شریف کی محفل میلاد النبی ﷺ میں حضرت والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ آپ کو یاد فرماتے تھے۔ ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۶ء کے درمیان نوعمری میں فقیر نے کئی باران کی زیارت کی ہے۔ چھریرہ بدن، گندمی رنگ، سر پر عمامہ، بہت وجیہ اور شکیل معلوم ہوتے تھے۔ ان کے علمی فیض سے نہ معلوم کتنے طالبان علم مستفید ہوئے ہوں گے۔ وہ علم ودانش کا ایک سرچشمہ تھے، بقول مفتی محمود اختر القادری وہ بہت ذہین وفطین، طباع وحاضر جواب، خوش خلق، خوش آواز، اور خوش پوشاک تھے۔ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے، وہ اس شعر کا مصداق تھے:

آئینِ جواں مرداں حق گوئی وبیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کے والد ماجد کا اسم گرامی سید غلام فخر الدین علیہ الرحمہ (م۔۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء) تھا اور جد امجد کا نام نامی سید سخاوت حسین علیہ الرحمہ تھا۔ جو جید عالم اور صرف ونحو کے ماہر استاذ تھے، اور عم محترم مشہور ومعروف مبلغ اسلام اور فاضل مولانا سید قطب الدین برہم چاری علیہ الرحمہ (م۔۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء) تھے جو مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے شاگرد رشید تھے۔

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی کی ولادت باسعادت ۱۱رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں ریاست دادوں (ضلع علی گڑھ، یوپی، بھارت) میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ایک مکتب میں حاصل کی، پھر پرائمری اسکول میں درجہ چہارم کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کے عم محترم مولانا سید غلام قطب الدین برہم چاری نے مدرسۂ انجمن اہل سنت ضلع مراد آباد (جو بعد میں جامعہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہوا) میں داخل کرادیا۔ جہاں مولانا عبد العزیز فتح پوری اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کیا۔ پھر ۱۹۲۳ء میں دار العلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف میں حاضر ہوئے اور ان اکابر علمائے اہل سنت سے منقولات ومعقولات کی تحصیل کی۔

۱. صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ۔
۲. حضرت علامہ عبد المجید علیہ الرحمہ (عم محترم مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ)
۳. حضرت مولانا عبد الحئی افغانی علیہ الرحمہ۔
۴. حضرت مولانا عبد اللہ پنجابی علیہ الرحمہ۔
۵. حضرت مولانا امیر احمد پنجابی علیہ الرحمہ۔

حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی غیر معمولی ذہانت وفطانت کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھی آپ کے اساتذہ بھی عبارت کا مفہوم بیان کرنیکا آپ کو حکم دیتے اور آپ بیان فرمادیتے۔ قیام اجمیر شریف کے زمانے میں آگرے کے مضافات میں راجپوتوں کے اندر فتنۂ ارتداد کا طوفان اٹھا تو بریلی سے جماعت رضائے مصطفیٰ کا ایک وفد پہنچا جس نے اس فتنے کی سرکوبی کے لئے اپنا دفتر قائم کیا۔ حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کے استاذ جلیل حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی بھی کبھی کبھی اس فتنے کے سرکوبی کے لئے تشریف لے جاتے۔ مولانا عبد العزیز فتح پوری مولانا محمد اجمل شاہ سنبھلی بھی آپ کے ساتھ ہوتے۔

۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف سے دار العلوم منظر

اسلام بریلی شریف آگئے۔ بہت سے طلبہ کے ساتھ حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی بھی دارالعلوم منظر اسلام میں حاضر ہوئے اور دوسرے سال ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمہ نے آپ کی دستار بندی فرمائی۔

حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کا سلسلۂ حدیث تین واسطوں سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے۔ ۱۔ صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی ۔۲۔ مجدد اسلام اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ۔۳۔ حضرت شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ۔۴۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ۔

معقولات کا سلسلہ مولانا ہدایت اللہ جونپوری سے ملتا ہے۔ فن تجوید وقرأت استاذ القراء حضرت قاری غلام نبی ٹونکی سے حاصل کیا۔ بقول مفتی شفیق احمد شریفی حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ، اردو، فارسی، عربی، انگریزی زبانوں کے علاوہ سنسکرت کے بھی عالم تھے، آپ نے علم نحو، پر زیادہ زور دیا۔ اس لئے کہ اس کے بغیر کتاب وسنت کا مفہوم سمجھنا مشکل ہے۔

آپ نے کافیہ زبانی یاد کیا۔ آپ کے جدامجد حضرت مولانا سید سخاوت حسین علیہ الرحمہ صرف ونحو میں یگانۂ روزگار تھے۔ مندرجہ ذیل اکابر اہل سنت آپ کے ہم درس رہے۔

۱۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ۔
۲۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن (رئیس اڑیسہ) علیہ الرحمہ۔
۳۔ حضرت مولانا رفاقت حسین (کانپوری) علیہ الرحمہ۔
۴۔ حضرت مولانا عبدالعزیز (مبارکپوری) علیہ الرحمہ۔
۵۔ حضرت مولانا قاضی شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ۔

منقولات ومعقولات سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ نے مختلف مدارس عربیہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔ جس کا آغاز مدرسۂ محمودیہ قصبہ جائس (ضلع رائے بریلی، یوپی، بھارت) سے کیا۔ پھر صدر یار جنگ نواب حبیب الرحمٰن شیروانی کی دعوت پر دارالعلوم عظمت نشان کرنال میں بحیثیت صدرالمدرسین تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مدرسۂ احسن المدارس قدیم کانپور کے صدر مدرس رہے۔

۱۹۳۵ء میں حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے حکم پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ، میرٹھ تشریف لے گئے۔ اور صدرالمدرسین کے عہدہ جلیلہ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ جہاں پہلے مولوی بدرعالم (جامع فیض الباری) کے مرشد قاری اسحٰق صدرالمدرسین تھے یہ بات مولوی بدرعالم کو ناگوار گزری اور انہوں نے حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کا علمی تعاقب کیا۔ چنانچہ آپ نے بھی فیض الباری کی فاحش علمی اور فنی غلطیوں کی گرفت کی۔ یہ تنقیدات بشیرالقاری شرح صحیح البخاری میں شامل ہیں۔ شعبہ سنی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے صدر ڈاکٹر رضوان اللہ مرحوم نے انورشاہ کشمیری پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا تھا۔ جب ان کو ان تنقیدات کا علم ہوا تو انہوں نے پاکستان کے ایک فاضل کو اس مقالے کی کاپی اس خواہش کے ساتھ دی کہ اس مقالے کے ساتھ ساری تنقیدات شائع کردی جائیں۔ علامہ مفتی نوراللہ بصیرپوری علیہ الرحمہ نے بھی غالباً فتاویٰ نوریہ میں انورشاہ کشمیری کا تعاقب کیا ہے اہل سنت وجماعت میں جو ہر قابل کی کمی نہیں، پروپیگنڈے کے ذریعہ علمی دنیا میں کسی کو بہت آگے کردیا جاتا ہے اور کسی بہت پیچھے، یہ طرز عمل غیر علمی بھی ہے، اور افسوس ناک بھی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا گیا۔ گذشتہ سالوں میں ملک وبیرون ملک ان پر جو تحقیقی کام ہوا تو محسوس ہوا کہ وہ اپنے معاصرین پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور اسلام کا آفتاب وماہتاب ہیں۔

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ فن حدیث میں اپنی مثال آپ تھے، ان کا درس حدیث بھی رسمی نہ ہوتا جیسا کہ آجکل ریڈنگ کرادی جاتی ہے اور بس۔ علامہ موصوف ایک ایک حدیث پر ایک ایک ہفتے گفتگو فرماتے، کبھی صرف ونحو پر کبھی بلاغت اور معانی وبدیع پر، کبھی راویان حدیث پر جرح وتعدیل کبھی مسائل فقہیہ پر مفصل تقریر، اور ساتھ ساتھ مذہب امام اعظم کی اولیت اور اولویت ثابت کرتے جاتے۔ ہر علمی ذوق کا طالب علم یہاں آکر فیض یاب ہوتا۔

تعلیم وتدریس میں حضرت علامہ علیہ الرحمہ وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھتے، اور طلبہ کو ذوق وشوق سے پڑھاتے۔ ان حقائق

کا علم حضرت شاہ احمد نورانی زید عنایۃ کی گفتگو سے ہوا جوان کے تلمیذ رشید ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

۱۔ حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ میں تقریباً چالیس سال رہے۔

۲۔ وقت کے بہت پابند تھے، مدرسہ میں وقت پر تشریف لاتے۔

۳۔ پڑھانے میں بہت ہی مستعد تھے، حتیٰ کہ غیر نصابی کتابیں اپنے شوق سے پڑھاتے اور طلبہ کو پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

۴۔ صبح سے دوپہر تک پڑھاتے پھر عصر سے مغرب تک پھر مغرب سے رات گئے تک۔

کبھی کبھی کتابیں خریدنے دہلی تشریف لے جاتے حضرت شاہ احمد نورانی بھی ساتھ ساتھ ہوتے جو جمعہ کو مسجد فتحپوری دہلی میں حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی محفل میں شریک ہوتے کہ آپ کے والد ماجد حضرت علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کی یہی ہدایت تھی۔

حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ ۱۹۳۵ء میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ میرٹھ تشریف لائے۔ اور آخر عمر تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت مولانا موصوف کو ایام جوانی میں ۱۹۲۲ء میں بریلی شریف میں عرس رضوی کے مبارک موقع پر حضرت شاہ علی حسین اشرفی کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل ہوا اور ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء میں دارالخیر اجمیر شریف میں سلاسلِ اربعہ کی اجازت کے ساتھ ساتھ سلسلہ منوریہ کی بھی اجازت عطا فرمائی۔ جس میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف پانچ واسطے ہیں۔ (بحوالہ مفتی شفیق احمد شریفی)

۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء میں حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

۳۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ/۸/ مئی ۱۹۷۸ء بروز پیر آپ نے وصال فرمایا۔ (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

مثل ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہوترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہوترا

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے، یہاں چند تلامذہ کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ علامہ عبدالعزیز مبارکپوری علیہ الرحمہ۔
۲۔ علامہ مولانا محمد نظام الدین علیہ الرحمہ
۳۔ علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ
۴۔ علامہ محمد نعیم اللہ خاں صدرالمدرسین منظراسلام بریلی
۵۔ ریحان ملت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ ۶۔ قاری احمد حسین اشرفی علیہ الرحمہ
۷۔ مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی ۸۔ علامہ شاہ احمد نورانی

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۷۸ء تک مسلسل چوالیس پینتالیس سال درس وتدریس میں مصروف رہے۔ لیکن اس کے باوجود تصنیف وتالیف کے لئے بھی وقت نکالا، چنانچہ چند کتب ورسائل آپ کی یادگار ہیں، جو علوم وفنون میں آپ کی مہارت اور وسعت علم پر شاہد ہیں۔

۱۔ بشیر القاری بشرح البخاری ۲۔ البشیر الکامل (شرح مأۃ عامل)
۳۔ بشیر الناجیہ (شرح کافیہ) ۴۔ البشیر بشرح نحو میر
۵۔ نظام شریعت ۶۔ مصرف چرم قربانی
۷۔ تشکیل المذھبین فی حکم رفع یدین۔

الغرض فاضل جلیل حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے، آپ کو اجمیر شریف اور کچھوچھہ شریف سے بھی فیض ملا تھا، اور بریلی شریف سے بھی، مجمع البحرین تھے۔

آپ کا اٹھ جانا ایک جہاں کا اٹھ جانا ہے، آپ نے علم ودانش کے جو چراغ روشن کئے ان شاء اللہ وہ روشن رہیں گے، اندھیریاں چھٹتی رہیں گی، اور روشنیاں پھیلتی رہیں گی، بہاریں آتی رہیں گی، پھول کھلتے رہیں گے۔

نہ پیوستم دریں بستاں سرادل
زبند این و آں آزاد رفتم
چو با صبح گردیدم دمے چند
گلاں را آب ورنگ دادہ رفتم

☆☆☆

جگرراہِ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں

یاد بزرگاں

# حضرت صدرالعلماء ایک نابغۂ روزگار شخصیت

**علامہ مولانا محمد ہاشم صاحب نعیمی** ۔(پروفیسر جامعہ نعیمیہ، مرادآباد)

کہ دنیا دیکھتی ہے اور مجھ کو یاد کرتی ہے

حضرات محترم! یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح بالکل واضح ہے کہ رب کائنات نے جب اپنے بندوں کو شعور وآگہی اور فکر ودانش کی نعمت لازوال سے سرفراز کیا تو اسباب ووسائل کی دنیا میں اس کو دو درجوں میں تقسیم فرمادیا یہی وجہ ہے کہ آغاز عہد انسانی سے ہی نوع انسانی دوقسموں میں منقسم ہوتی رہی پہلی قسم میں تو وہ حضرات آتے ہیں جو عروج وارتقاء کی منازل طے کرنے کے لئے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر خود شاہراہیں متعین کرتے ہیں تاکہ وہ جن پر چل کر اپنے حصول مقصود میں کامیاب وکامراں ہوسکیں۔ اور دوسرے درجہ میں وہ لوگ شمار کئے جاتے ہیں جو خود تو کسی اسلوب کو ترتیب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے مگر مقدم الذکر حضرات کے چھوڑے ہوئے نقوش قدم اور نقوش راہ پر چل کر اپنی حیات کو کامیاب کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں اور یہی ان کے حق میں بہتر بھی ہوتا ہے۔ اس تقابلی جائزہ کے بعد عرض ہے کہ پیکر زہدوتقویٰ امام علم وفن حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ کو جس حد تک بھی قریب سے دیکھنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی ہے اسکے پیش نظر میں کہہ سکتا ہوں کہ حضرت موصوف کو مقدم الذکر حضرات کی فہرست میں بھی صف اول کے لوگوں میں شمار کیا جانا چاہئے۔ یوں تو حضرت کے رفقاء تعلیم میں بڑی بڑی عظیم ہستیاں تھیں جو مسند تدریس وتصنیف پر علم وفضل کا آفتاب وماہتاب بن کر چمکیں ان کے افکار کی بلندیوں اور فنون کی عظمتوں میں شک وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن حضرت کی علمی وسعتوں میں کچھ خصوصیات ایسی تھیں جن کے باعث آپ کے ہم عصروں میں کوئی آپ کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ علمی انفرادیت اور زہد واتقا کے علاوہ آپ کے تشخص کی جاذبیت کا عالم بھی عجیب تھا اگر کہیں کثیر التعداد علماء ومشائخ کے مجمع میں آپ تشریف فرما ہوتے تو دیکھنے والوں کی نگاہیں ہر طرف سے ہٹ کر آپ ہی کے چہرۂ زیبا پر مرکوز ہوجاتیں تو کسی نے ایسے ہی موقع پر کہا ہوگا کہ

ہزار مجمع خوباں ماہ رو ہوگا
نگاہ جس پہ ٹھہر جائے گی وہ تو ہوگا

ساتھ ہی یہ بھی دیکھنے میں آتا تھا کہ اللہ رب العزت نے آپ کی صورت میں بے پناہ حسن وجمال اور نورانی کشش کے ساتھ ساتھ رعب وجاہت بھی عطا فرمائی تھی آدمی جب آپ کو دور سے دیکھتا تو قریب آنے کے لئے اس پر مرعوبیت اور ہیبت کا احساس مسلط ہوجاتا اور جب قریب آکر آپ سے محو گفتگو ہوتا تو بات کرتے وقت آپ کے لبوں سے مسکراہٹوں کے ایسے پھول بکھرتے کہ رعب وہیبت کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا، بلکہ ذہن وفکر پر اخلاق کریمانہ کی ایسی تصویر مرتسم ہوجاتی کہ جس کے لئے کسی نے کہا ہے۔

سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کرکے دیکھتے ہیں

اور ایک زاہد پاک طینت اور عابد شب زندہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی علمی انفرادیت اور فنی یکتائی کا تو کہنا ہی کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ مضمون کی تمہید میں ذکر کردہ مقدم الذکر ہستیوں میں آپ کا شمار ایک مسلم امر ہے۔ مجھے جب کبھی مختلف علوم وفنون کے مباحث کے تحت حضرت سے اکتساب فیض کا موقع میسر آتا تو میں ہر فن کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ پر آپ کی دسترس دیکھ کر یہ اندازہ لگانے پر مجبور ہوگیا کہ علم وفن کے ماہرین نے آپ کو صرف امام النحو کا خطاب دیکر آپ کی فکر ونظر کی ہمہ گیری اور ہمہ جہتی کے ساتھ فراخدلی سے کام نہیں لیا ہے۔ جب میں اپنے دور طالب علمی کے ابتدائی مراحل میں تھا تو حضرت کے تعلق سے ایک بات سنا کرتا تھا کہ آپ کا کہنا کہ میں شرح جامی پڑھانے میں اپنی ذہنی آسودگی جب محسوس کروں گا کہ طالب علم ملاحسن پڑھ کر اور سمجھ کر میرے

پاس شرح جامی آکر پڑھے میرے خیال میں یہ بات ایک معمہ بنی ہوئی تھی کہ آخر شرح جامی کا ملاحسن سے کیا تعلق ہے یہ علم نحو میں ہے وہ منطق میں ہے مگر جب میرے شعور کا کارواں آگے بڑھا تو اس وقت حضرت بھی جامعہ نعیمیہ میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے اور میرٹھ کے جلسوں میں تقریر کے لئے مجھے بھی یاد فرمالیا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے موقع پا کر اس معمہ کو حل کرنے کی جسارت کر ہی ڈالی تو آپ نے ملاحسن منگائی اور وہ مقام کھول کر دکھایا جہاں مفرد کی قسم ثالث اداۃ کے تحت معانی حرفیہ کے استقلال اور عدم استقلال پر ایک مکمل بحث کی گئی ہے۔ حضرت نے اس بحث کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ایک معلوماتی تقریر فرمائی اور ثابت کیا کہ بالکنہ اور بالوجہہ کے لحاظ سے معانی حرفیہ میں شق کنہہ کی جہت سے استقلال فی نفسہا ہے اور شق درجہ کی جہت سے آلات للغیر ہونے کی بنیاد پر عدم استقلال فی نفسہا ہے جس کو ضم ضمیمہ کی جانب احتیاج سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی باعث حرف اپنے قسیمین سے ممیّز اور ممتاز ہوجاتا ہے کیوں کہ ان دونوں میں صرف ایک شق استقلال ہی پائی جاتی ہے۔ آپ کی تقریر میں طرز استدلال کی وہ وسعت تھی کہ ذہن کے کسی گوشہ میں مسئلہ کے تعلق سے کوئی تشنگی باقی نہیں رہی، اور پھر ارشاد فرمایا کہ مولانا! اب ذرا سوچئے کہ نحو کے منتہی طلبہ کے ذہنوں میں بھی صرف اتنا ہی رہتا ہے کہ اسم وفعل کے معنی مستقل ہوتے ہیں اور حرف کے معنی غیر مستقل ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ جب تک ان تمام توضیحات کو طلبہ کے ذہن نشین نہیں کرایا جائے گا بیان مسئلہ کا حق کیسے ادا ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے موقع پر تصدیقات کے باب میں قضیہ کے اجزاء ترکیبیہ کی تعداد میں جو حکماء کا اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ متقدمین نے تین اجزاء پر اکتفا کیا اور متاخرین کو جب تردد اور اذعان کا محل واحد ہونے میں استحالہ نظر آیا تو انہوں نے چوتھے جز کا اختراع بھی ضروری سمجھا اس سلسلے میں مصنفین اور شارحین کے تفصیلاتی دلائل جو مذہب متقدمین کے حق میں ہیں وہ تمام بحثیں میری نظر میں تھیں تاہم میں نے حضرت کی فکری وسعتوں سے اکتساب فیض کی خاطر یہ بحث چھیڑ دی اور حضرت سے ان کے ساتھ جو بیان کرنے کی گذارش

کی تو حضرت نے متقدمین کی تائید وتوثیق میں ایک اچھوت طرز استدلال کے ساتھ جو بیان فرمایا وہ آپ کا اپنا انفرادی اور امتیازی انداز فکر تھا جو انتہائی مفید اور قابل تقلید نمونہ تھا۔ میں سوچنے لگا کہ ایسا لگتا ہے کہ منقولات کی دنیا ہو یا معقولات کا عالم۔

دیکھا تو ہر مقام تیری رہ گزر میں ہے

مزید براں یہ کہ میں نے اہلسنت کے ساتھ ہمدردی کا ایک منظر اپنی نگاہوں سے دیکھا ہے جس کی نظیر اس دور میں مشکل سے ہی نظر آئے گی وہ یہ کہ ایک موقع پر کلکتہ کی ایک کانفرنس میں حضرت بھی موجود اور میں بھی بہت سے علماء کے ساتھ حاضر تھا بابری مسجد کا مسئلہ بڑے زور وشور کے ساتھ ملک میں اٹھا ہوا تھا ایسے نازک حالات میں شاعر اسلام جناب اجمل سلطانپوری نے اپنی نظم کا ایک شعر پڑھا۔

بناؤ شوق سے تم مسجدوں کو سومنات اپنا
مگر ہم غزنوی محمود بن کر ڈھائے جائیں گے

اس پر ایک ہنگامہ ہندوؤں کی طرف سے برپا کر دیا گیا اجمل صاحب کی گرفتاری کے سوال پر دس ہزار روپیہ نقد زرضمانت مطلوب تھا کچھ چندہ کی بات نکلی تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ شاعر اہلسنت کو چھڑانے کے لئے اور اسلام وسنیت کی لاج بچانے کے لئے میرے ہوتے ہوئے کوئی چندہ نہیں ہوگا۔ یہ رقم میں اپنی جیب خاص سے ادا کروں گا۔ حضرات! اس دور میں یہ رقم بڑی خطیر رقم تصور کی جاتی تھی مگر حضرت موصوف نے اس کی ادائیگی کر کے جمیع علماء ومشائخ کے درمیان اپنی امتیازی شان کا مظاہرہ فرمادیا جس پر عوام وخواص سب پر حیرت طاری ہوگئی گویا آپ نے زبان حال سے اس ہمت وحوصلہ کا اعلان فرمایا کہ

کیا عشق نے سمجھا ہے کیا حسن نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

دعا ہے کہ رب کریم آپ کو اپنے جوار رحمت میں خصوصی جگہ عطا فرمائے اور خواص وعوام کو آپ کے زہد وتقویٰ اور علم وفن کے نقوش راہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

☆☆☆

حضرت علامہ ومولانا **مفتی شاہ تحسین** رضا خاں علیہ الرحمہ

# تأثرات علماء ومشائخ

(نبیرہ استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی)

امام النحو، صدر العلماء علامہ شاہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیائے علم وفضل کی ایک بڑی قد آور اور عظیم المرتبت شخصیت تھے، آپ کا علمی تبحر دقت نظر، وسعت معلومات آپ کی عظیم القدر تصنیفات سے ظاہر وباہر ہے۔ جملہ متداول علوم وفنون میں رسوخ اور مہارت تامہ رکھتے تھے، اور علم نحو میں تو آپ کا مقام اس قدر بلند وبالا تھا کہ علماء وفضلاء کے درمیان ''امام النحو'' کے عظیم الشان لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

آپ کی پوری حیاتِ مبارکہ درس وتدریس کے لئے وقف رہی، مرکز اہلسنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۳۵۲ھ میں فراغت کے بعد مسند تدریس کو زینت بخشی، اور آخر عمر تک اس مسند پر متمکن رہ کر علم ودانش کے گوہر لٹاتے رہے۔

آپ کو جدنا الکریم مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔ آپ کی تعلیمات ونظریات کی اشاعت میں مخلصانہ ساعی تھے، اپنے مکتبہ ''کتب خانہ سمنانی میرٹھ'' سے اعلیٰ حضرت کی متعدد کتابیں بڑے اہتمام سے چھپوا کر شائع فرمائیں۔ اور ان کتابوں کی اشاعت محض تجارتی غرض سے نہ تھی بلکہ اس میں تعلیمات اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا جذبہ غالب تھا۔ کیونکہ ان میں بعض کتب ایسی بھی ہیں جن کی فروخت بہت محدود رہی ہوگی جیسے ''الکلمة الملهمه''

عرس رضوی شریف میں ہر سال پابندی کے ساتھ شرکت فرماتے تھے، مجھے عرس رضوی ہی کے مواقع پر متعدد بار آپ کی زیارت حاصل ہوئی، بہت باوقار اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔

بحر العلوم حضرت علامہ مولانا

مفتی **عبدالمنان** صاحب قبلہ اعظمی مبارکپوری پی

آپ کی سندوں پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ معقولات ومنقولات کے وہ عظیم مراکز جو ہندوستان میں درجہ اول پر شمار ہوتے تھے۔ ان سب سے آپکا سلسلۂ تلمذ قائم رہا ہے۔ جیسے خیر آباد کا علمی گھرانا، کہ معقولات میں ان کے علم وفضل کا پرچم پورے ہندوستان پر لہرا رہا تھا۔ معقولات میں دہلی میں شاہ ولی اللہ صاحب کا خاندان پورے ہندوستان میں سرآمد روزگار تھا، بریلی شریف میں امام احمد رضا کا دائرہ علمیہ تھا جن کی فقہی مہارت کا ستارۂ اقبال بغض وعناد کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کرکے آج بھی اوج ثریا پر جگمگا رہا ہے۔ معرفت وتصوف میں حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں عرب وعجم کے ممتاز بزرگوں میں سے تھے۔

اس پر حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلقی اور کسبی صلاحیتیں مستزاد ہیں، تو اس موقع پر چاہے یہ مشہور مثل دہرائیے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، یا اس حقیقت کا اعتراف کیجئے کہ بازار میں باغ اور درخت کے نام سے پھل بیچے اور خریدے جاتے ہیں۔

**شرکائے درس** : آپ نے اپنے شرکائے درس میں سے دس افراد کا نام لیا ہے، جن میں سے اکثر اپنے عہد اور علاقہ میں اہلسنت وجماعت کے عمائد اور اساطین ملت میں شمار ہوتے تھے۔ پس حضرت صدر العلماء کو ذاتی حیثیت سے دیکھا جائے۔ مشائخ واساتذہ کی نسبت سے دیکھا جائے یا شرکائے درس اور ہم جلیسوں کے لحاظ سے، بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے:

این سلسلہ طلائے ناب است
این خانہ ہمہ آفتاب است

لگ بھگ ۲۶/۲۷ سال تک کی عمر تک حضرت صدر العلماء نے اپنی تعلیم میں صرف کیا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے حصول علم کی راہ میں کبھی بھی وقت کی پرواہ نہیں کی۔ اور اب ہمارا یہ حال ہے کہ وقت بچانے کے لئے تعلیم سے بالکل بے نیاز ہوگئے ہیں۔ تعلیم گاہوں میں داخلہ اور کتابوں کی رونمائی کے

بعد ہی سے مارکشیٹ اور سند کا چکر شروع ہوجاتا ہے۔☆

شارح بخاری حضرت علامہ ومولانا

**مفتی شریف الحق** صاحب قبلہ امجدی (علیہ الرحمہ)

(سابق صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، یوپی)

''بشیر القاری'' استاذی صدر العلما علامہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ کی مایہ ناز شرح ہے۔ عربی، فارسی، اردو کی زبان میں بخاری کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق اور تفصیل سے نہیں لکھی گئی۔ اس میں حضرت نے تحقیق وتدقیق کا حق ادا کردیا ہے۔ الفاظ احادیث کی صرفی، لغوی، تحقیق، جملوں کی نحوی ترکیب اور معانی وبیان وبدیع کی تکنیت کے ساتھ ساتھ معانی حدیث کے ہر ہر پہلو پر ایسی جامع، کامل بحث ہے کہ جسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ ''کم ترک الاولون للآخرین''۔ ساتھ ہی ساتھ ہمہ دانی کا، خصوصاً علم حدیث میں دعویٰ کرنے والوں کی غلطیوں پر ایسی مضبوط گرفت فرمائی ہے جس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ کوئی بھی عناد اور تعصب سے ہٹ کر اگر اس شرح کا مطالعہ کرے گا تو اسے کہنا پڑے گا کہ حضرت مصنف دیگر علوم کی طرح حدیث کے بھی اپنے وقت کے امام تھے۔

افسوس یہ ہے کہ یہ شرح صرف ''باب بدء الوحی'' تک ہوسکی، اس کے بعد حضرت دوسری تصانیف میں مشغول ہوگئے، حضرت دوسری تصانیف میں مشغول نہ ہوتے اور شرح بخاری ہی کو مکمل فرمادیتے تو امت پر احسان عظیم ہوتا۔

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

علامہ ومولانا مفتی سید شاہ **محمد مدنی میاں** صاحب

قبلہ اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضور محدثِ اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ

صدر العلماء کی شخصیت کا اندازہ کچھ اس سے بھی ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے متبحر علماء نے ان کو بالاتفاق صدر العلماء کہا اور صرف کہا ہی نہیں بلکہ جانا اور مانا بھی۔ ان کا لقب صدر العلماء یہ آج کے موجودہ زمانے کے مروجہ القابات کی طرح کوئی لقب نہیں ہے۔ حضرت صدر العلماء کی تصانیف کو دیکھ کر آپ کو بخوبی یہ اندازہ ہوجائے گا کہ ان کو صدر العلماء کہنے والے اور ماننے والے حق بجانب تھے اور ان کو صدر العلماء کہنے والے کوئی چھوٹے موٹے لوگ بھی نہیں تھے۔ آپ لوگ جانتے ہوں گے کہ حضرت علامہ شمس الدین جونپوری شمس العلماء یعنی مصنف قانون شریعت کو وہ مرے استاذ ہیں جب میں ان سے پڑھتا تو کتنا ہی طویل اور دقیق سبق ہوتا ان کو سمجھانے میں پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لگتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا کہ سب کچھ میں خود ہی پڑھتا اور سناتا اور آپ سنتے رہتے اگر کوئی غلطی ہوتی تو بتادیا کرتے بلکہ کبھی تو مطلب بھی مجھی سے پوچھا کرتے۔ ان سے کتابی ودرسی معلومات کے علاوہ اور بھی بہت ساری معلومات کا خزانہ ہاتھ لگتا۔ میں رمضان کی چھٹیاں بھی انہیں کے پاس گزارا کرتا۔ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ وہ یوں ہی کسی سے مرعوب ہونے والے لوگوں میں سے نہیں تھے۔ جب وہ بولنے پر آتے تو اپنے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ خود بھی ایک عظیم محقق ومدقق تھے۔ اب ایسا شخص اگر کسی کی عظمت کو تسلیم کرے اور اس کے علم وفضل کا اقرار کرے تو وہ واقعی ایک باوزن بات ہوگی یہ قاضی شمس الدین جونپوری بھی صدر العلماء کو اپنا صدر ہی مانتے تھے۔

آپ ذرا غور کیجئے کہ ایک مرتبہ کسی لفظ کی حرکت کے بارے میں کچھ بات تھی اب وہ لفظ کیا تھا وہ تو میرے ذہن میں فی الحال نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ لفظ فتح کے ساتھ مشہور ہے اور قاضی صاحب نے اس کو کسر کے ساتھ پڑھایا، تو کسی نے پوچھا کہ حضور اس لفظ کا تلفظ آپ اس طرح کررہے ہیں؟ تو آپ نے برجستہ جواب دیا کہ میں نے اس لفظ کو اسی طرح سے ایک ''فاضل'' اجل کی زبانی سنا ہے فرمایا کہ فاضل اجل سے مراد حضرت صدر العلماء میرٹھی تھے۔ دیکھا آپ نے کتنا بھروسہ اور اعتماد تھا ان کو ان پر کہ ان کے تلفظ کو بھی اپنے لئے سند بنارہے ہیں۔☆

حضرت علامہ ومولانا **محمد عبد الحکیم** شرف قادری علیہ الرحمہ

(جامعہ نظامیہ لاہور، پاکستان)

غالباً ۱۹۷۰ء میں حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی لاہور تشریف لائے۔اس وقت راقم جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں مدرس تھا، اتفاقاً لاہور آیا تو مکتبہ نبویہ میں حضرت کی زیارت ہوئی۔سیادت ونجابت، علم وفضل اور متانت وشائستگی کے پیکر کو اپنے سامنے پایا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔حضرت نے مجھے ہری پور کے پتے پر ایک مکتوب (پوسٹ کارڈ) بھی ارسال کیا تھا، افسوس کہ وہ محفوظ نہیں رہ سکا۔

البشیر الکامل طلبہ اور اساتذہ کے لئے بے حد مفید ہے، ایک صفحے پر عبارت اس کے حاشیہ کی لکھی گئی ہے دوسرے صفحے پر اس عبارت کی تفصیلی ترکیب ہے، مقدمہ میں شرح مائۃ عامل کے دیوبندی شارحین کی فاش غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، مقدمہ طلبا تو طلبا اساتذہ کے لئے بھی بے حد بصیرت افروز ہے۔اساتذہ کو چاہئے کہ وہ پابندی سے طلبا کو اس کا مطالعہ کرائیں۔

نحومیر کی شرح البشیر میں بھی حضرت نے علم وفضل کے دریا بہا دیئے ہیں راقم نے نحومیر کا حاشیہ لکھتے وقت اس سے خاصا استفادہ کیا۔بشیر الناجیہ میں کافیہ کا عربی متن جلی حروف میں لکھا ہوا ہے، اس کے نیچے اردو ترجمہ درج ہے، شرح بھی ہے اور نحوی ترکیب بھی، افسوس کہ اسے مکمل نہ کر سکے، مجرورات تک ہی لکھ سکے، تاہم جو کچھ لکھا وہ اپنی مثال آپ ہے، آخر میں حضرت فخر الاماثل میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح کافیہ بزبان فارسی بھی شامل کی گئی ہے اس شرح کی انفرادیت یہ ہے کہ کافیہ کو تصوف کا متن قرار دے کر اس کی صوفیانہ شرح کی گئی ہے۔یہ شرح بحث غیر منصرف تک ہے۔

حضرت صدر العلماء کا نحو کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا، زمانہ طالب علمی میں نحو کی مشہور کتاب ''کافیہ'' زبانی یاد کی تھی، اگر مذکورہ کتاب پر اکتفا کرتے تو عام قاری یہ تاثر لیتا کہ انہیں محض نحو پر دسترس تھی، لیکن آپ نے بشیر القاری کے نام سے بخاری شریف کی چھ احادیث کی شرح بڑے سائز کے ۲۴۸ صفحات پر لکھ کر واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کو دیگر علوم کی طرح علم حدیث میں بھی اعلیٰ درجے کی مہارت حاصل ہے، بڑے بڑے دیوبندی شارحین حدیث پر جس وقت صدر العلماء گرفت فرماتے ہیں تو وہ ان کے سامنے طفل مکتب دکھائی دیتے ہیں۔☆

صاحب تصانیفِ کثیرہ بقیۃ السلف، حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی صاحب قبلہ قادری رضوی محدث بہاولپوری (پاکستان)

سید العلماء والفضلاء حضرت علامہ مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیحد مداح رہا۔مصروفیات کی وجہ سے زیارت سے مشرف نہ ہوسکا۔آپ کی علمی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔بالخصوص آپ نے جو درسی کتابوں کی شروح لکھیں وہ آپ کا نہایت ہی اعلیٰ کارنامہ ہے۔خدائے تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام بخشے۔☆

شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ خاں صاحب عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، یوپی)

چنانچہ اپنی جماعت کے شارح بخاری حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی بارگاہ بلند میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''بشیر القاری شرح بخاری'' استاذی صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہٗ کی مایہ ناز شرح ہے، عربی، فارسی، اردو کسی بھی زبان میں بخاری کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق وتفصیل سے نہیں لکھی گئی، اس میں حضرت نے تحقیق وتدقیق کا حق ادا کر دیا ہے، الفاظ حدیث کی صرفی لغوی تحقیق جملوں کی نحوی ترکیب اور معانی وبیان اور بدیع تکنیت کے ساتھ ساتھ معانی حدیث کے ہر ہر پہلو پر ایسی جامع کامل بحث ہے جسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے ''کم ترک الاولون للآخرین'' ساتھ ہی ہمہ دانی کا خصوصاً علم حدیث پر دعویٰ کرنے والوں کی غلطیوں پر ایسی مضبوط گرفت فرمائی ہے جس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں، کوئی بھی عناد وتعصب سے ہٹ کر اگر اس شرح کا مطالعہ کرے تو اسے کہنا پڑے گا کہ حضرت منصف دیگر علوم کی طرح حدیث کے بھی اپنے وقت کے امام ہیں۔

حضرت مفتی شریف الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقائق پر

مبنی ان چند جملوں کو میں ایک ''مختصر المعانی''، متن تصور کرتا ہوں اگر اس کی شرح کی جائے، یا اس اجمال کی تفصیل بیان کی جائے تو اس حقیر پر تقصیر کے نزدیک یہ شرح پچاسوں صفحات پر مشتمل ہو سکتی ہے جس کے لئے اچھی خاصی مہارت درکار ہے، اس لئے میں ''بشیر القاری'' کی روشنی میں ان حقائق وخصوصیات کو بیان کرنا چاہتا ہوں جن کے باعث حضرت صدر العلماء رحمۃ اللہ کی یہ کتاب مستطاب اتنی بلند پایہ ہے کہ اس عہد جدید میں علم حدیث وشرح حدیث میں اس کے ہم رتبہ کوئی دوسری کتاب نہیں ہے، اور مصنف غلام جیلانی اسی کتاب کی تصنیف کے باعث اپنے معاصرین کے گروہ میں امتیازی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئے اور اکابر علماء اسلام کے نزدیک ان کی بلند پایہ شخصیت ایک نادر روزگار ہستی کے روپ میں نمایاں ہوئی۔☆

مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق صاحب نعیمی سنبھلی
(صدر دار العلوم اسحاقیہ، جودھپور، راجستھان)

یوں تو اللہ عز وجل نے آپ کو بے شمار محاسن وکمالات سے متصف فرمایا تھا، خواہ وہ محاسنِ علمیہ ہوں یا عملیہ ایک عالم ربانی اور مرشد کامل کیلئے جن خصائص وامتیازات اور کمالات کی ضرورت ہوتی ہے ان سارے اوصاف وآداب سے آپ بدرجۂ اتم متصف تھے، تعلیم وتدریس ہو یا تالیف وتصنیف، قرآن وحدیث کا علم ہو یا فقہ وافتا، تاریخ گوئی ہو یا سیرت نگاری، نقد ونظر ہو یا حق گوئی وبے باکی، طنز ومزاح ہو یا وعظ ونصیحت، تقریر وخطابت ہو یا جدل ومناظرہ، ارشاد وہدایت ہو یا زہد وتقویٰ، عبارت وریاضت ہو یا تعویذات وعملیات ہوں یا اوراد ووظائف۔ غرض خدمت دین اور خدمت خلق کا کوئی بھی زریں طریقہ ہو یا مبارک میدان آپ اس کے مرد میدان ہی نہیں بلکہ شہسوار اور یکتائے روزگار تھے۔

جہاں پر آپ کے خرمن علم وفن سے خوشہ چینی کر کے ایک سے ایک عبقری شخصیتیں پیدا ہوئیں وہیں پر تعلیم وتدریس کی اہم ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ کے قلم سیّال سے مختلف دینی وفقہی اور علمی وفنی موضوعات پر متعدد کتب معرض وجود میں آئیں جو آپ کے اشہب قلم کا نتیجہ ہیں، آپ کے قلم حق رقم سے درج ذیل علمی وفنی ومذہبی، فقہی وشرعی کتابیں قید تحریر میں آئیں:

۱۔ بشیر القاری شرح بخاری، ۲۔ بشیر الناجیہ شرح کافیہ، ۳۔ البشیر الکامل، ۴۔ نظام شریعت وغیرہا۔

مگر ان سب میں اول الذکر بشیر القاری بشرح صحیح البخاری آپ کی تحریری صلاحیت کی ایک عظیم شاہکار ہے جو بخاری شریف جلد اول کی صرف سات ابتدائی احادیث کریمہ کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل ہے۔ یہ بشیر القاری علمائے اہل سنت کے ذوق تحقیق اور ان کی ژرف نگاہی، کمال ادب واحترام کا ایک بیش قیمت نمونہ ہے۔ اربابِ لوح وقلم اصحاب فقہ وافتا اور اہل علم وفن کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ بشیر القاری حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ والرضوان کی ایسی مایہ ناز شرح ہے کہ عربی وفارسی، اردو یا کسی اور زبان میں بخاری شریف کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق وتفصیل سے نہیں لکھی گئی، اس میں حضرت نے تحقیق وتدقیق کا حق ادا کر دیا ہے، الفاظ حدیث کی صرفی، لغوی تحقیق، جملوں کی نحوی ترکیب اور معانی وبیان وبدیع کی تکلیف کے ساتھ ساتھ معانی حدیث کے ہر ہر پہلو پر ایسی جامع کامل بحث ہے جسے دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے: **کم ترک الاولون للآخرین.** ☆

شیخ اعظم حضرت شاہ پیر **محمد علاء الدین** صاحب صدیقی نقشبندی
(سجادہ نشین آستانہ عالیہ نیریاں شریف، آزاد کشمیر، پاکستان
(چیئرمین آف نور ٹی، وی)

دنیا میں روزانہ کروڑوں انسانوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ جو اپنی زندگی گزار کر چلے جاتے ہیں۔ لیکن دنیا کو ان کے آنے جانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ مگر اسی دنیا میں کچھ لوگ اپنی خداداد صلاحیتوں سے اپنے لئے کچھ ایسا مقام بنا لیتے ہیں کہ ان کے چلے جانے کے بعد ایک دنیا ان کا غم مناتی ہے۔ محفلوں میں ان کے تذکرے مسلسل ہوتے رہتے ہیں۔

یہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہٗ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو کسی بھی دور میں ایسی عظیم تر

شخصیات سے بانجھ نہیں رکھا۔ یہی وہ شخصیات ہیں کہ سالہا سال بلکہ صدیاں گذر جانے کے باوجود ان کی یادیں ان کے تذکرے اوران کی خدمات کاغذوں کے سفینوں میں رہتے ہوئے انسانیت کے سینوں کو بھی مسلسل حرارتِ ایمانی دیکر اپنی عظمت منواتی رہتی ہیں۔ انہی عظیم رہنماؤں کے سلسلۂ عالیہ میں ایک روشن نام حضرت فقیہ الامت، امام النحو، صدر العلماء شیخ الحدیث والتفسیر فخر المدرسین والمحققین حضرت سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی ہے جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اور جنہوں نے ماضی قریب میں ایک عرصۂ دراز تک دینی وملی رہنمائی کے ساتھ اپنی طویل متاعِ گراں لٹا کر اصلاحِ امت کی زبردست خدمت سرانجام دی۔ آپ نے مسندِ درس وتدریس پر جلوہ گر ہو کر جو انمول ہیرے تراشے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ جو کتابیں تصنیفات فرمائیں وہ لاجواب ہیں۔ آپ کی کوششوں کی لڑی کا ہر دانہ دیدۂ بینا کے لئے ایک درۂ آبدار ہے۔ مری اس بات کی صداقت کا اندازہ آپکو آپ کی تصنیفات کے علاوہ آپ کی آغوشِ تربیت کے پروردہ عظیم مبلغِ عالمِ اسلام، قائدِ اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی اور آپ جیسے دیگر مشہورِ زمانہ شاگردوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ انشاء اللہ یہ کرۂ ارض رہتی دنیا تک آپ کی تنویرِ عالم گیر سے علمی وروحانی روشنی حاصل کرتا رہے گا۔☆

استاد العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ نصر اللہ خاں صاحب افغانی (سابق جیورسٹ، سپریم کورٹ آف افغانستان (کراچی پاکستان)

عرصۂ دراز سے میرے دل میں فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت از برطور پر پڑھنے یاد کرنے کا ارمان باقی رہا، شوق موجزن تھا چاہتا یہ تھا کہ اسے کما حقہ پڑھ لوں۔ اس کے لئے جناب سیدی مولانا شمس العلماء محمد نظام الدین قدس سرہٗ نے علامہ فہامہ ہندوستان کے اشہر مشاہیر، عالم مفتی، شاہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب الافغانی اصلا البہاری وصلا قدس سرہٗ السامی کو خط لکھا جس میں جامع کلمات الدالۃ علی استعدادی الکامل درج تھے، جواباً خط بھیجا مضمون یہ تھا میں جسمانی طور پر کمزور ہوں، اس طالب علم کو میں اس وقت نہیں پڑھا سکتا، دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسباب پیدا فرمائے۔ اس کے بعد میں کانپور گیا مشہور عالم رئیس المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین قدس سرہٗ السامی سے ملاقات ہوئی، آپ مدرسہ حبیبیہ کے جلسۂ دستار بندی میں بھی تشریف فرما ہوئے تھے، آپ سے اس بارے میں میں نے ذکر کیا، آپ نے مجھ سے فرمایا اس وقت آپ کو فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت پڑھانے والے صرف دو عالم موجود ہیں، ایک ہیں ہند میں اور وہ ہیں مولانا غلام جیلانی صاحب جو میرٹھ میں ہیں، اور دوسرے مولانا سردار احمد جو پاکستان میں ہیں، میں نے پاکستان جانے سے انکار کیا تو فرمایا میں مولانا سید غلام جیلانی صاحب کو خط لکھتا ہوں، پر آپ یہ یاد رکھئے کہ جس طرح وہ نسب کے لحاظ سے بادشاہ ہیں اسی طرح ان کا مزاج بھی ہے خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

جناب مولانا نظام الدین کے شاگرد رشید ہیں آپ سے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت پڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ چاہیں تو یہ مدرسہ کے طلبہ کو بھی پڑھا سکتے ہیں، آپ جو وقت دینا چاہیں اس میں ان کو فواتح الرحموت پڑھادیا کریں۔☆

مبلغ عالم اسلام حضرت علامہ پیر سید شاہ تراب الحق صاحب، کراچی

۱۹۶۹ء میں جب یہ فقیر بریلی شریف حاضر ہوا تو حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، عرس اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے موقع پر کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ لے کر آپ تشریف لائے تھے۔ اور شرکاء عرس کے لئے ان کتابوں کا اسٹال لگایا گیا تھا۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ علوم دینیہ کی ترویج واشاعت ان حضرات کے نزدیک کتنی اہم ترین تھی کہ ہر ایک کام میں یہی ایک مقصد پیش نظر رہتا اور اس طرح وہ اپنے ہر کام کو عبادت بنالیا کرتے، پڑھاتے تو اپنے کو صرف دین کا ایک خدمت گزار تصور کرتے، چنانچہ گھنٹوں اور منٹوں کی قیود سے آزاد ہو کر دن کے علاوہ رات کے اوقات میں بھی طلباء کو درس دیا کرتے۔ کتابوں کی اشاعت کراتے تو منفعت دنیویہ سے بے پرواہ ہو کر صرف علوم دینیہ کی اشاعت پیش نظر ہوتی۔ غرضیکہ بلاشک ان حضرات کے پاکیزہ نظریات اپنے بعد

میں آنے والوں کیلئے نہایت عمدہ شاہراہ عمل ہیں۔

آپ کے علم کا عز ووقار آپ کے حلیہ سے بھی بالکل نمایا ں تھا۔ کشادہ پیشانی، بھری ہوئی داڑھی، ماشاء اللہ بڑے جیم وشحیم آنکھوں میں چمک اور چہرہ نہایت نورانی تھا۔ جب فقیر نے گفتگو کی تو نہایت علمی انداز میں دلائل سے بھر پور جواب عنایت فرمائے۔ اور اپنی ایک تازہ تصنیف ''**صحیح النظر فی صعود القمر**'' اپنے دستخط کے ساتھ عنایت فرمائی اور بے شمار دعاؤں سے فقیر کو نوازا۔

۲۹/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مطابق ۸/مئی ۱۹۷۸ء کو حضور صدرالعلماء امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی کا وصال ہوگیا۔ میرٹھ میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور بے پناہ اجر عظیم سے نوازے، اور آپ کے مزار پر انوار پر رحمت ورضوان کی بارش نازل فرمائے۔

صاحبزادہ حضور صدرالعلماء حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری سید محمد یزدانی میاں صاحب نوری

(بانی ومہتمم جامعہ قادریہ جیلانی عربک کالج سنبھل ومقیم حال امریکہ)

آپ بخاری شریف کا درس دینے میں بھی ہمیشہ کیف کا لحاظ فرماتے تھے ''کم'' کے کم ہونے کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز پر بخاری شریف کی شرح فرمائی ہے اسی انداز پر بخاری شریف کا درس ہوتا تھا کہ ایک ایک حدیث شریف کا درس ہفتہ ہفتہ بھر دس دس روز جاری رہتا تھا۔ کسی روز صرف ونحو پر گفتگو ہورہی ہے تو کسی روز صرف بلاغت پر، کسی روز صرف مسائل فقہیہ پر گفتگو ہورہی ہے تو کسی روز صرف تصوف پر، کسی روز اس حدیث سے مذہب اہل سنت کے احقاق پر کلام ہورہا ہے۔ تو کسی روز اس حدیث شریف سے متعلق بدمذہبوں کی تقریر کارد ہورہا ہے۔

درسی کتب کے مطالعہ کے دوران میں طلبہ کے ذہن میں مختلف شبہات پیدا ہوتے ہیں مطالعہ کے وقت شروح وحواسی دیکھنے سے جہاں معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بہت سے اشکالات دفع ہو جاتے ہیں وہاں بہت سے نئے اشکالات پیدا بھی ہوجاتے ہیں، ایسے شبہات اوراشکالات کے بار سے بوجھل ذہن صبح جب حضور صدرالعلماء کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تھا اور درس جاری ہوجاتا تھا تو یہ محسوس ہونے لگتا تھا کہ دھوپ میں طویل سفر سے تھکا ہوا مسافر ایک عظیم سایہ دار کار درخت کے ٹھنڈے سایہ میں آکر سکون وراحت کی سانس لے رہا ہے۔ مطالعہ میں آئے ہوئے تمام امور ایک ایک کر کے اس کے سامنے آرہے ہیں ذہن کو بوجھل کر دینے والے تمام عقدے ایک ایک کر کے حل ہوتے جارہے ہیں اور ایسے ایسے نئے انکشافات سامنے آرہے ہیں جن کی طرف اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا پڑ رہا ہے جیسے وہ اشارہ حسیہ کو قبول کرنے والے امور ہوں، یہاں نہ حدیث کی تخصیص ہے نہ فقہ کی، نہ نحو کی قید نہ بلاغت کی، نہ منطق کی شرط ہے نہ فلسفہ کی۔ یہ تھا آپ کے تبحر علم کا عالم۔☆

خطیب البراہین حضرت علامہ پیر صوفی نظام الدین صاحب

(شیخ الحدیث دارالعلوم اہلسنت تنویر الاسلام، امرڈوبھا، یوپی)

استاذنا المکرّم صاحب الفضیلۃ، صدرالعلماء خیرالاذکیاء، امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہٗ القوی کی عظیم شخصیت، اوران کی علمی عبقریت، بے مثل فقاہت، ملی شعور، سیاسی بصیرت محتاج تعارف نہیں۔ جملہ علوم متداولہ وفنون مروجہ پر احتوا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ کی درسگاہ تشنگانِ علوم اسلامیہ کیلئے چشمۂ آب حیات تھی۔ آپ جب مسند تدریس پر جلوہ بار ہوکر طالبانِ علوم نبوت کے سامنے اپنی زبان گہر بار سے تقریر فرماتے تو تشنہ کامان علم ہر جام کے بعد سراپا اشتیاق بن جاتے۔ فقیر گدائے نوری (راقم الحروف) بھی اس دانش گاہ علم وفن کا شہرہ سن کر اپنے چند مخلص احباب کے ساتھ اس چشمۂ آبِ حیات پر اپنی علمی تشنگی بجھانے کی خاطر میرٹھ حاضر ہوا تھا۔ اور آپ کی درسگاہ فیض سے فکر وفن، علم ودانش کا خزانہ لے کر واپس ہوا۔ آپ کی شہکار تصانیف کے مطالعہ سے آپ کی ذہنی وفکری صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ ژرف نگاہی، دقیقہ سنجی، لاینحل مسائل کی ناخن تدبیر سے عقدہ

کشائی یہ سب کچھ آپ کی تصنیفاتِ جلیلہ کی امتیازی شان ہے۔ یہ انمول جواہر پارے اس لائق ہیں کہ انہیں مطالعہ کی میز پر رکھیں اور لائبریریوں کی زینت بنائیں۔ اور آنکھوں میں نور اور قلب وجگر میں سرور پیدا کریں۔

آپ کی درخشاں جبین عقیدت پر نیاز بندگی کا نور جھلکتا تھا۔ جس پر تقدس وپاکیزگی کی لکیریں ہویدا تھیں۔ رخ زیبا سے آل رسول کی ضیاء پاشیاں ایسی جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ اتباع سنت گرامی وقارﷺ جس کا شیوۂ حیات تھا۔ جو مرجع تھا اہل علم ودانش کا، جو سراپا تھا عشق امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا، جو علم شریعت و طریقت کا مجمع البحرین تھا۔ بزرگانِ دین، اولیائے کاملین کا نیازمند اور علمائے اہلسنت کا قدرداں تھا۔ جو اپنے اساتذہ کا تلمیذ ارشد تھا اور احباب درس کا لائق ووفادار تھا اور علمائے ذوی الاحترام کیلئے مشعل راہ تھا۔

مولائے قادر وقیوم ان کی تربت انور پر رحمت ونور کی بارش فرمائے۔ آمین☆

قمرالعلماء حضرت علامہ مولانا قمرالحسن صاحب قادری قمر بستوی
(صدر بزم حسّان، ہیوسٹن، امریکہ)

حضرت صدر العلماء کی عملی زندگی میں تصوف کی حرارت محسوس ہوتی ہے، اور بشیر القاری شرح بخاری کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی فکر تصوف کے ادراکات میں غوطہ زن ہے۔ بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ بشیر القاری میں احادیث کی توضیحات میں تصوف کے مسائل جس نازک فکری سے مستدل کئے گئے ہیں اس سے عصر حاضر میں منکرین تصوف کے لئے لمحۂ فکریہ ہو گیا ہے۔ تو تصوف کی عظمتوں سے آنکھ چرا کر اس کے دامن تقدس کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش کررہے ہیں۔ وہ اگر بشیر القاری کو غیر جانبدار ہو کر نظر اعتدال سے مطالعہ کریں تو ان کو اپنے ذہن کی کجی اور فکری بے راہ روی کا احساس ہوگا۔ ''اللّٰھم اھدھم الٰی الصراط السویٰ اعنی التصوف'' آمین۔

علمی جولانیت کے ساتھ روح کی پاکیزگی کا ایسا حسین امتزاج جس سے صدر العلماء کو ایک گداز دل، سوختہ روح، گریاں چشم، اور بیتاب جگر عطا کر دیا تھا، کہ ''قال اللّٰہ وقال الرسول ﷺ'' کی گہرائیوں میں اتر کر وہ تصوف کے دریکتا کو چن لیا کرتے تھے اور شب کی خلوتوں میں وہ ایک لرزیدہ بدن، بے قرار دل اور مرتعش ہاتھ کے ساتھ اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں جھک کر جب اس کو راضی کرنے کا جتن کررہے ہوتے وہ لمحے کتنے قیمتی تھے۔

☆☆☆

کاروبار عالم حیرت کدہ عقل ودانش ہے، یہاں کسی چیز کو سکون

# فرزندان نعیمیہ سے مخلصانہ اپیل:

رسالہ سواد اعظم آپ کے محبوب ادارے اور مادر علمی ''جامعہ نعیمیہ'' کا آرگن، مفسر اعظم حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے افکار وخیالات کا ترجمانی کا شرف رکھتا ہے۔ اب تقریباً ۷۰؍سال کے بعد رسالے کی نشأۃ ثانیہ ہوئی ہے ایسے میں نعیمی برادری کا خاص حق بنتا ہے کہ وہ اپنے مادر علمی سے اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت صدرالافاضل کی صحافتی یادگار ''سواد اعظم'' کو ہر سطح پر تعاون کر آگے بڑھائیں اپنے حلقوں میں سواد اعظم کو متعارف کرائیں، ممبر سازی کریں خود بھی بنیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دلائیں، اپنی دینی و مذہبی سرگرمیوں سے رسالے کو باخبر کریں اور قلم وقرطاس سے رشتہ ہے تو اپنی قلمی نگارشات سے رسالے کو نوازیں اور حضرت کے اس رسالے کو ترقیوں سے ہمکنار کرنے میں ادارہ کا تعاون کریں۔☆

فنِّ حدیث

# محدث میرٹھی کی محدثانہ شان رفعت

محمد آصف رضا صاحب برکاتی مصباحی

وقرار نہیں۔ ہمہ دم سلسلہ آمد ورفت جاری ہے۔مگر بعض انقلاب آفریں شخصیتیں جاتے جاتے اپنی علمی وعملی ضیاپاشیاں تابندہ نقوش کی طرح بطورترکہ چھوڑ جاتی ہیں اورخود تاریخ کا عنوان باب بن جاتی ہیں ماضی کا قریب میں برصغیر ہندوپاک سپہرعلم وفضل پرایک ایسا نام مطلع انوار بن کے ابھرا، جوعلماء، فقہا، نحوین اورمحدثین کی فہرست میں اپنانمایاں اورممتاز مقام حاصل کرکے گل سرسید بنا۔اس کی ذات ستودہ صفات سے علوم فنون کے اتنے سوتے پھوٹے کہ جس سے فکروآگہی کے شہرمردہ چمن لالہ زار بن گئے۔جس نے اپنے کردار کی روشنی میں تمام عمرایک کرن سے سینکڑوں آفتاب پیدا کیے، جوعلم وعمل کا سنگم، معارف وعرفاں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، جس کی تلاطم خیزموجوں نے علم وحکمت کے جوہرا گلے، جس کودنیا آج صدرالعلماء امام النحو علامہ سیدغلام جیلانی میرٹھی کے نام سے جانتی ہے۔

صدرالعلماء کی شخصیت کس قدر ہمہ گیرتھی اس کا اصل پتہ تو آپ کی اس سوانحی دستاویز سے لگایا جاسکتا ہے جوسال گذشتہ مولانا محمدایوب اشرفی کے زیراہتمام وترتیب ''صدرالعلماء محدث میرٹھی'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ابھی چند دنوں قبل صدرالافاضل، مفسرقرآن، حضرت سیدنعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی مایہ ناز تصنیف اطیب البیان کا مطالعہ کررہا تھا کہ اچانک ایک مقام پرنظر رکھی۔اس کو پڑھنے کے بعد دل ودماغ متأثر ہونے بغیرنہ رہ سکے۔ جس کے بعد یہ فیصلہ آسان ہوگیا کہ آپ کو یعنی امام النحو کولوگوں نے صدرالعلماء کالقب یونہی نہیں دے دیا۔بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی مدظلہ نے اس کتاب پرحضرت مفسرقرآن علیہ الرحمہ کامختصرسوانحی خاکہ پیش کیا ہے۔جس کے تحت لکھتے ہیں۔

''حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ، جنہوں نے شرح جامی تک مرادآباد میں تعلیم حاصل کی فرماتے ہیں: میری شادی اس وقت ہوچکی تھی، پہلے فرزند کی ولادت کی اطلاع مرادآباد میں ہی بذریعہ خط موصول ہوئی۔ حضرت صدرالافاضل کے مصاحب میں ایک حاجی صاحب نے مجھے چھیڑنا شروع کیا۔ جیلانی تمہارےلڑکا ہواہے۔مٹھائی کھلاؤ اب تم باپ ہوگئے ہو۔ دوستوں کا منہ میٹھا کراؤ۔ایک مرتبہ حضرت کی بزم میں بھی انہوں نے مجھ سے آہستہ آہستہ یہی کہنا شروع کیا۔میں حضرت کے ادب سے کچھ بول نہیں سکتا تھا۔حضرت نے حاجی صاحب کی سرگوشی ملاحظہ کی تو پوچھا کیا ہے حاجی صاحب! حاجی صاحب نےعرض کیا کہ حضور جیلانی میاں کے یہاں فرزند تولد ہوا ہے۔میں ان سے اس کی مٹھائی مانگ رہا تھا۔ آپ نے ہنس کرفرمایا۔ حاجی صاحب! آپ بڑے ہوگئے مگرسلیقہ نہیں آیا۔دادا کی موجودگی میں پوتے کی خوشی کی مٹھائی آپ اس کے باپ سے مانگتے ہو۔تمہیں مجھ سے کہنا چاہئے تھا کہ حضرت آپ کے پوتا آیا ہے۔ہم لوگوں کو خوشی کی سوغات ملنی چاہئے۔ یہ فرماکر جیب سے دس کا نوٹ نکالا اورفرمایا جاؤ مٹھائی لاؤ۔

حضرت بحرالعلوم فرماتے ہیں میں نے دیکھا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت میرٹھی صاحب کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔اور کہہ رہے تھے عبدالمنان! میں جب تک زندہ رہوں گا حضور صدرالافاضل کی اس شفقت کی لذت بھول نہیں سکتا۔

(اطیب البیان ص۱۵۷)

ذراسوچئے کہ کس قدراپنائیت تھی، اورکس قدراحترام تھا ایک استاد کے سینے میں ایک شاگرد کے لئے۔کیوں نہ ہوتا ایک ولی کامل کی نگاہ مستقبل شناش، وقت کے عظیم نحوی، فقیہ، محدث کو ملاحظہ کررہی تھیں۔صدرالافاضل کا یہی شفیقانہ رویہ تھا۔جس نے غلام جیلانی کوامام النحو اورصدرالعلماء بنادیا۔یہ میں نہیں بلکہ ایک مخلوق کہتی ہے کہ آپ کی ذات مختلف جہتوں اورمتضاد سمتوں سے مرتکز تھی۔جس طرف سے بھی دیکھتے ہیں آپ کی شخصیت انمول اورنادر

ونایاب نظر آتی ہے۔ایسی ہمہ جہت شخصیات بار بار جنم نہیں لیتیں۔ بلکہ صدیوں بعد فرش گیتی پر آتی ہیں۔ ایسی عظیم اور بابرکات شخصیات پر خامہ فرسائی کرنا مجھ جیسے کم علم کے بس کا روگ نہیں۔

چونکہ راقم شعبہ تحقیق فی الحدیث کا ادنیٰ طالب علم ہے لہٰذا علامہ کو میں نے اس جہت سے کچھ نہ کچھ ضرور پڑھا ہے۔اس لیے اس گوشہ ر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اور رہا حضرت صدرالعلماء کا فقہی، نحوی اور منطقی مقام تو اس کے لیے دستاویز کی ضرورت ہے۔

ایک مرتبہ جناب حسن رضا خاں تاجی قاسم پوری نے حضرت کی بارگاہ میں ایک استفتا پیش کیا، جس میں تین بڑے اہم سوال کیے گئے تھے۔صدرالعلماء نے ان تینوں سوالات کے جواب میں ایک خاصہ رسالہ ہی تصنیف کرڈالا۔ جوعلماء اور خصوصاً سائنس دانوں کیلئے ایک سائنسی مواد کا ذخیرہ ہے جس کا نام آپ نے ''**صحیح النظر فی صعود القمر**''رکھا۔ان تین سوالات میں سے ایک سوال یہ تھا جوفن حدیث سے تعلق رکھتا ہے۔

**سوال** :''جس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ زمین سے پہلے آسمان تک پانچ سو برس کا راستہ ہے کیا وہ ضعیف ہے اور کون سی کتاب میں ہے؟

ہم اس سوال کا جواب من وعن نقل کرتے ہیں جو آپ کی محدثانہ شان پر ایک برہان قاطع ہے۔جواب ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں:

''یہ حدیث طویل وجلیل ترمذی شریف جلددوم صفحہ۱۶۷ پرابواب التفسیر سورہ حدید شریف امام ترمذی علیہ الرحمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔اچانک ان پر ایک ابر نمودار ہوا آپ نے صحابہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا: جانتے ہو یہ کیا ہے صحابہ نے عرض کیا **اللّٰہ ورسولہ اعلم** آپ نے فرمایا یہ ابر زمین کو سیراب کرنے کے لیے پانی اٹھائے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس کو ایسی قوم کی طرف بھیج رہا ہے جو نہ اس کا شکر کرتی ہے اور نہ اس کی عبادت۔(کیوں کہ وہ ہر نیک وبد کا رازق ہے) پھر فرمایا جانتے ہو تمہارے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا **اللّٰہ ورسولہ اعلم**۔آپ نے فرمایا اس کو یعنی آسمان اول کو''رقیع'' کہتے ہیں۔ چھت ہے جو گرنے سے محفوظ ہے۔پانی کی موج ہے جو رکی ہوئی ہے۔پھر فرمایا جانتے ہو تم میں اور اس میں کتنا فاصلہ ہے۔صحابہ نے عرض کیا **اللّٰہ ورسولہ اعلم**۔آپ نے فرمایا تم میں اور اس میں پانچ سو برس کا فاصلہ ہے۔الخ''

اس پوری عبارت کو نقل کرنے کے بعد صدرالعلماء لکھتے ہیں۔

''اقول: یہ حدیث صحیح ہے۔ضعیف نہیں۔ چونکہ اس کی سند میں مرکز الاولیاء، مرجع الاصفیاء حضرت امام حسن بصری قدس سرہٗ القوی ہیں جنہوں نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔نظر برآں امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے محدثین کرام کا اس پر یہ کلام نقل کیا ہے۔ کہ حضرت امام حسن بصری کو حضرت ابوہریرہ سے سماع حاصل نہیں۔لہٰذا یہ حدیث منقطع ہوئی اور احناف کے نزدیک انقطاع موجب ضعف نہیں۔

''اس طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجت میں کوئی خلل نہیں آتا۔امام محقق کمال الدین محمد بن الھمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

''**ضعف بالانقطاع وهو عندنا كالارسال بعد عدالة الرواية وثقتهم لا يضر**'' امام امیر الحجاج حلیہ میں فرماتے ہیں۔''**لا يضر ذالک فان المنقطع كالمرسل فی قبوله من الثقاة**'' مولانا علی قاری مرقاہ میں فرماتے ہیں''**وقال ابوداؤد هذا مرسل ای نوع مرسل وهو المنقطع لكن المرسل حجة عندنا وعند الجمهور**'' اور یہ انقطاع حضرت امام حسن بصری سے واقع ہوا جو نہ صرف ثقہ بلکہ ثقہ گر ہیں۔ اس کے بعد زیر سورہ الحاقہ صفحہ ۱۷۲ پر امام ترمذی علیہ الرحمہ نے ایک حدیث حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرکے ذکر فرمائی اس میں زمین وآسمان ور ہر دو آسمان کا درمیانی فاصلہ بہ شک راوی ۷۱/۷۲ یا ۷۳ سال بتایا گیا ہے۔اس اختلاف فاصلہ کی بنا پر حدیث کو مضطرب المتن کہنا درست نہیں کیوں کہ حدیث مضطرب از قسم ضعیف ہے۔اور امام ترمذی اس کو حسن فرماتے ہیں۔اضطراب متن بصورت وحدت متن ہوتا ہے۔اور یہاں متن دو ہیں علماء کرام نے اس اختلاف کو دو طرح دفع فرمایا ہے۔ **اول** : یہ کہ ۷۱،۷۲،۷۳ سے مراد کثرت ہے۔تجدید مراد نہیں کمافی مجمع البحار تو اس حدیث کا

عدد اول کے مخالف نہ رہا۔ **دوم** : یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں عدد مذکور ہے مراد کثرت ہے۔ اور عدد معین سے کثرت مراد لینا عرب کی طرح عجم میں بھی شائع ہے جیسے۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اہل ذوق پر مخفی نہیں کہ شاعر کی مراد کثرت ہے نہ تحدید۔

یا اختلاف عدد اختلاف رفتار کے پیش نظر ہے۔ کہ ایک رفتار سے فاصلہ مذکورہ پانچ سو سال کی مسافت ہے اور دوسری تیز ورفتار سے ۷۱،۷۲،۷۳ سال **کما فی التفسیر المظھری ۱/۴۸**۔ جیسے ایک حدیث میں فرمایا کہ نماز باجماعت منفرد سے پچیس درجہ زیادہ ہے ۔اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ ستائس درجہ زیادہ ہے۔ یہ اختلاف خشوع وخضوع کے کم وبیش ہونے پر مبنی ہے کہ اگر خشوع وخضوع کم تو پچیس درجہ۔ اور زیادہ ہوتو ستائس درجہ۔'' (صحیح النظر فی صعود القمر ۲۱/۲۲/۲۳۔ از صدر العلماء سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ )

یہ تھی محدث میرٹھی کی محدثانہ شان کہ حدیث کی توضیح وتشریح کا انوکھا انداز۔ صورت تطبیق کا نرالہ اسلوب۔ اثبات مدعی کا منفرد لب ولہجہ لگتا ہے کہ کوئی خوش نوا بلبل ہے جوفن حدیث کی شاخوں پر حجازی نغمات الاپ رہا ہے جس کے زمروں سے نہ صرف برصغیر بلکہ یورپ ، امریکہ، افریقہ ہر چہار دانگ عالم کی فضا گونج رہی ہے۔ محدث میرٹھی کی ایک اور کتاب ''بشیر القاری'' جو بخاری شریف کی شرح ہے۔ جوفن حدیث سے شغف رکھنے والوں کیلئے محتاج تعارف نہیں۔

یہ کتاب لغۃ، فقہ، نحو، صرف ، معانی، تفسیر ، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، اسماء الرجال وغیرہم علوم وفنون کا حسین سنگم ہے۔ یہ کتاب اگر چہ سات حدیثوں کی شرح ہے مگر مختلف علوم وفنون کا مجموعہ ہے ۔ بلاشبہ یہ وہ کتاب ہے کہ اگر مکمل ہوجاتی تو بخاری شریف کی یہ دنیا میں پہلی شرح ہوئی جس میں اس قدر علوم کو جمع کر دیا ہو۔ اس میں صدر العلماء نے معارف کا موجزن سمندر یا احکام واسرار کا ایک گنج گراں مایہ صفحات قرطاس پر رکھ دیا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود ایک دیوبندی محدث کی کتاب ''فیض الباری شرح بخاری'' پر جوتعقب کیا ہے اس سے لگتا ہے گویا خالد کی تلوار ہے جو میدان جہاد میں کوندتی، لرزتی، اور چمکتی بڑھتی چلی جارہی ہے۔

موصوف نے حقائق کو یکجا کر کے محدث کشمیری کے چہرے سے نقاب محدثیت الٹ کر رکھ دیا ہے۔ جب بات انور شاہ صاحب کی فیض الباری کی چل پڑی تو ایک خوشخبری آپ تک پہنچا دیں۔ کہ فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب نزہۃ القاری میں بہت سے مقامات پر انور صاحب کی فیض الباری، انوارالباری، اور حسین احمد صاحب کی ایضاح الباری وغیرہم کتاب پر تعقب کیا ہے۔ ان تمام کو راقم الحروف نے اصل کتابوں کے حوالجات کے ساتھ مع تحشیہ ترتیب دیا ہے جس کا نام ''تعقبات شارح بخاری'' ہے بہت جلد انشاء اللہ آپکے مطالعے کی میز پر پہنچنے والی ہے۔

ہاں تو بات چل رہی تھی انور شاہ کی فیض الباری کی کہ صدر العلماء نے جو اس کتاب کی منجھائی کی ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ محدثین کا دعویٰ کرنے والے علم حدیث سے نابلد تھے۔

بہرحال بشیر القاری ظاہری جسم وجسامت کے اعتبار سے اگر چہ بہت زیادہ صحت مند نہیں ہے مگر اس کے باوجود ایک ایسا آئینہ ہے جس نے بعض بزعم خویش محدثین کو ان کی حدیث دانی کا اصل چہرہ دکھایا ہے۔ علامہ محدث میرٹھی علیہ الرحمہ نے اس میں علوم ومعارف کے بکھرے ہوئے موتیوں کی ایسی مالا بنائی کہ جو ایمان ویقین کے گلے میں خوب سجتی ہے۔ مکرم قارئین ہم نے آپ کا کافی وقت مصروف رکھا۔ اگر آپ کی مصروفیت اور سواد اعظم کے قیمتی اوراق کا خیال نہ ہوتا تو ہم چند نمونے بشیر القاری کے بھی پیش کرتے جو ہمارے دعوؤں پر دلیل کا کام کرتے۔ لیکن دوسری طرف ایڈیٹر سواد اعظم مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی صاحب کا خوف بھی ہمارے ذہن پر سوار ہے کہ موصوف ہم کو دعوت تحریر دے کر پچھتا نہ جائیں۔ جو ان کو ہمارے بارے میں محتاط بنادے۔ دعا کرتے ہیں کہ مولا تعالیٰ حضور صدر العلماء کی مرقد کو مہبط انور بنائے اور آپ کے صدقے میں ایڈیٹر صاحب کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت نگاری

# حياة صدرالعلماء عليه الرحمه

محمدمنظم على خان نعيمى ازهرى بدايونى
فاضل جامعةالازهرالشريف مصر

هو العالم الربانى المحدث المفسر امام النحو والصرف الشيخ سيد غلام جيلانى بن سيد غلام فخرالدين بن سيد سخاوت حسين عليهم الرحمة الملقب بصدرالعلماء والمحدث الميرتى صدر العلماء كان من العلماء المعروفين المشهورين في بلدة ميرت من دولة الهند لقد عاش حياته الكريمة خادماً للعلم والدين تعليما وتدريساً تأليفاً وتصنيفاً ولعب دوراً بارزاً فى مساحة نشر السنة واحيائها و مقاومةالبدع واماتتها بكل الوسائل المتاحة له قد ورث ذالک عن أسا تذ ته فذاذاقرانه وشيوخه العظام الذين درس عليهم واستفاد منهم فى مجال التعليم والتربية والارشاد والدعوة حتى فاق أمرانه ومعاصريه واختاره اللّٰه تعالىٰ لخدمة دينه وشريعتة وسنة نبييهٖ صلى اللّٰه عليه وسلم لا سيما فى نشر المسلک للعالم الربانى الامام أحمد رضا خان البريلوى المعروف بمسلک اعلىٰ حضرت من مسالک أهل السنة والجماعة .

**ولادته :**

ولدالشيخ المحدث المفسر المعروف بصدر العلماء الميرتى فى يوم لأربعاء ١١/رمضان المبارک عام ١٣١٨ھ من الهجرةالنبوية الشريفة ١٩٠١ءفى قرية عريقة معروفة بالعلم والمال هى رياسة دادون قربية من على جراه بولاية اترابراديش (الولاية الشمالية) من دولة الهند)

نشأته العلية :. كان صدر العلماء منذ نعومة أظفاره حريصاً فى طلب مبادى العلم تحت اشراف كبار العلماء ورعايتهم كا نت بداية طلبه العلم فى المدرسة الابتداية من الصف الأول الى الرابع فى قريته كماان والد صدر العلماء سيد غلام فخرالدين كثيرالاعتناء بتربيته ورعايته حتى أنه كان يحاسبه علىٰ كل صغيرة وكبيرة ويحثه دائماً على علوالهمة والاقبال على طلب بكل جدواجتهادثم توجه الى تلقى العلوم العربية والاسلامية على أيدى كبارالعلماء الهند وعلى راسهم خاصة العالم الكبير المفسر الأعظم الشيخ السيد محمد نعيم الدين مرادآبادى الملقب بصدر الأفاضل مؤسس الجامعة النعيمية مرادآباد بولاية الشمالية من العلوم العربية الابتدائيه المروجه للحصول على النجاحات الباهره فى الأيام القادمة منهل من منهله العذب الصافى الى أن رقى الى الصف الرابع المروج المسمى بالدرس النظامى فى اصطلاح الهند وكان حصوله للعلم فى الجامعة النعيميه الواقعة بمدينة مرادآباد ثم هيأ اللّٰه له رحلة طلب العلم فسا فرالى أجمير شريف حيث التحق هناک بالمدرسة المعينية الاستزادةالعلمية والاستفادة العالية فى شتى الفنون والعلوم الدينية وأخذ علم الحديث الشريف والفقة والتفسير واللغة والأدب على أيدى الكبار العلماء فى داخل المدرسة وخارجها خاصة على يدصدر الشريعة ثم غادر مع الشيخ صدر الشريعة من مدينة أجمير الشريف الى مدينة بريلى فى الجامعة الرضويه بمنظر اسلام حتى تخرج وحصل الاجازة العالية فتبلورت شخصية كفاضل كبير وعالم شهير حاصلاً بعمامة التخرج فى العلوم الاسلامية على يدالعالم الربانى الكبير حجة الاسلام الشيخ حامدرضا خان القادرى البركاتى ١٣٥٢ھ من الهجرة النبوية الشريفة.

شيوخه :. لقد قبض اللّٰه سبحانه وتعالىٰ للشيخ

صدرالعلماء الميرتى أساتذة و مربيين نابغين وعلماء جهابذة كانوا جبال العلم فى عصورهم ومن هؤلاء .

(١) الامام المحدث المفسر المناظر الشيخ السيد محمد نعيم الدين المرادآبادى عليه الرحمة.

(٢) الامام الفقيه المحقق الشيخ أبوالعلى محمد أمجد على الأعظمى عليه الرحمة.

(٣) الشيخ العلامة عبدالعزيز الفتح بورى عليه الرحمة.

(٤) الشيخ العلامةالمفتى امتياز احمد انيتوى عليه الرحمة.

(٥) الشيخ حضرة العلام سيد عبدالمجيد عليه الرحمة.

(٦) حضرة العلام الشيخ عبدالحى الأفغانى عليه الرحمة.

(٧) الشيخ العلامة عبدالله الأفغانى تلميذ الشيخ المحدث سيد اميرأحمد بنجابى عليهما الرحمة.

ثناء العلماء عليه :.

لقد أثنى عليه كبار العلماء و شهد واله بالتفوق الفضل الكبير واتفقوا على فقاهته و نبوغة ومكانته العالية فى سبيل نشر العلم وجهوده العلمية والدعوية كما أنهم أثنوا عليه على وجه الاختصاص فى العلوم العربية النحو والصرف من هؤلاء .

(١) الشيخ المحدث سردار أحمد عليه الرحمة المعروف بمحدث أعظم باكستان.

(٢) الشيخ أمين الشريعة المفتى رفاقت حسين عليه الرحمة المقلب يامين الشريعة كا نبور.

(٣) الشيخ مجاهد الملة والدين حبيب الرحمن أريسوى عليه الرحمة المعروف بمجاهد الملت .

(٤) الشيخ المحدث حافظ الملة والدين عبدالعزيز عليه الرحمة مرادآبادى المعروف بحافظ ملت مؤسس الجامعة الأشرفية بمبارك فور بولاية أترابراديش من أكبر الجامعات الهندية فى اطار أهل السنة الجماعة .

(٥) شمس االعلماء الفقية القاضى شمس الدين جونفورى عليه الرحمة .

(٦) فضيلة الأستاد العلامة محمد سليمان الباجلفورى عليه الرحمة.

**تلاميذه** :. قد استفاد منه خلق كثيروتلمذ عليه جماعة من العلماء والفضلاء المفكرين المدبرين منهم .

(١) حافظ الملة والدين المحدث عبدالعزيز عليه الرحمه المرادآبادى.

(٢) فضيلة الأستاد الشيخ العلامة الشاه أحمد نورانى من دولة الباكستان.

(٣) خطيب المشرق والمغرب العلامة المناظر مشتاق أحمدالنظامى الٰه آباد بولاية الشمالية.

(٤) الشارح البخارى الاستاد المفتى محمد شريف الحق الأمجدى عليه الرحمة.

(٥) فضيلة الشيخ السيد محمد نعيم أشرف الجائسى اترابراديش الهند.

وغيرهم من التلاميذ الذين قائمة أسماء طويلة لايمكن ذكرها هناباالتفصيل والتطويل وذلک لأن مذه تدريسة فى المدارس المختلفة ممتدة على السنين الطويلة .

**مأثره الدعوية وخدماته العلمية** :.

انطلاقًا من قول الرسول صلى الله عليه وسلم بلغوا عنى ولوآية درس الشيخ فى المدارس والمراكز الدينيةالدعوية لتعليم وتربية النشئ الاسلامى الجديد منهم .

(١) المدرسة المحمديه جائس رائے بريلى.

(٢) دارالعلوم عظمة الاسلام ببلدة كرنال.

(٣) مدرسه أحسن المدارس بمدينة كانفور.

(٤) المدرسة الاسلامية العربية بمدينة انوركوت ميرت

وفى كل مدرسة من هٰذه المدارس الاسلامية والمراكز الدينية كان اماماً رئيساً أو مديراً عاماً للشؤن الدراسية وكان الشيخ رحمه الله عليه عكوفاً على مطالعة الكتب الدينية لاسيما التراث الاسلامى الضخم القديم من كتب النحو والصرف والتفسير والفقة فانه كان كثير الاعتناء به دقيق النظر فيها وكم

كان يتمنىٰ نشر هٰذه الفنون الشريفة بين العلماء والطلبة فيستغل فرص الاجازات وينتهز مواسم العطل ويصرف كل جهده فى تحقيق هٰذا الهدف السامى الكريم فيها .

**مؤلفاته العلمية :۔**

قضى الشيخ رحمه اللّٰه تعالىٰ حياته خادماً للعلم والدين تعليماً وتدريساً تأليفاً و تصنيفاً ارشاداً وتبليغاً لقد بلغ عدد مؤلفاته زهاء خمسة اوسة مابين صغيروكبير أكثرهم حول موضوع النحو والحديث وتصحيح العقائد و تهذيب الأخلاق والبحث على متابعة العلوم الشرعية فى كل مجال من مجالات الحياة ومن أهم الكتب .

(۱) بشير القارى بشرح صحيح البخارى شرح نادر لصحيح البخارى لم أرى مثله فى اى لغة من اللغات المشهورة المعروفة وقد تعقب الشيخ فى شرحه على الشراح الذاعمين قليل البضاعة فى الحديث فوضح مذعوماتهم وانحرافا تهم فيها.

(۲) البشيرالكامل فى حل شرح مائة عامل وقلما يوجد مثله فى الشروح الأخرىٰ .

(۳ بشير الناجية بشرح الكافية فى النحو للامام ابن حاجب.

(۴) البشير بشرح نحومير للامام سيدشريف الجرجانى.

(۵) نظام الشريعة يحتوى هٰذا الكتاب على المسائل الفقيهة.

وله كتب اخرىٰ مهمة فى المجالات المختلفة وقد تركتها مخافة التطويل .

**حليته وصفاته ومزاياه :۔**

كان الشيخ رحمه اللّٰه تعالىٰ وسيما مربوع القامة مائلاً الى الطول أبيض اللون مشربا بالحمرة وقوراً صموتاً كريماً عفيفاً متواضعاً للّٰه راضيا بقضاء اللّٰه وقدره محتسباً مداوماً على قيام الليل محباً للعلماء وطلبة العلم ناصحاً للمسلمين بعيداً كل البعد عن الكسل والغفلة والترف والتكلف يحب البذاذة فى الحياةمجتهداً متواصلا لقد جعل اللّٰه فى صحبته تاثيراً عجيباً يجد جليسه أثرا.قوماً لحلاوة الايمان فى القلب.

**ومن أهم صفاته** :۔ الاستقامة على الشريعة والمسارعة الى الخيرات كما أنه كان يحب الذين يجاهدون فى سبيل للّٰه ويجتهدون لتطبيق الشريعة الاسلامية وكان من الذين قاموا بالمقاومة بالشدة ضد الحركة الشدهية التى كان مرماها تحويل المسلمين الى الكفر والشرک (معاذ اللّٰه رب العٰلمين) التى جرت فى حياة المفتى الأعظم مصطفىٰ رضا خان نورى عليه الرحمة .

كان اللّٰه رحمه اللّٰه كثيرالنشاط محافظاً على أوقاته واشغاله دؤوباً على المطالعة والتاليف بشوشاً مع الطالبين يعطى كل ذى حق حقه وينزل الناس منازلهم.

**زيارته للحرمين الشريفين وبيعته الشريفة :۔**

بايع العلامة النحوى السيد غلام جيلانى الميرتى على يد الشيخ الشاه على حسين الاشرفى فى عام ۱۳۸۹ء من الهجرة النبوية الشريفة وفى نفس السنة نشرف بزيارة الحرمين الشريفين.

**وفاته** :۔ كان قد عاش رحمة اللّٰه عمراً يبلغ الى عاماً تقريباً معايشة كريمة متمتعة هنيئة هوى هٰذا النجم اللامع فى ۲۹ جمادى الأُولىٰ عام ۱۳۹۸ الهجرية الموافق سنة ۱۹۷۸م رحمةُ اللّٰه رحمةً واسعة فحضر جنازته جمع كبير من العلماء وعامة المسلمين ودفن فى مدينة ميرت بولاية اترابرديش من دولة الهند انا للّٰه وانا اليه راجعون . أسئل اللّٰه تعالىٰ ان يجعلنا نستفد بعلوم الشريعة وتجاريه القيمة كما اننا ندعوا اللّٰه تعالىٰ له أن يجعل قبره منوراً ومعطراً وروضته من رياض الجنة بفضل حبيبه صلى اللّٰه عليه وسلم آمين.

صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ

بزمِ خواتین

# صدر العلماء کے استاذ و شیخ

نوری قریشی رام نگر، اترا کھنڈ

علم وفن کے وہ آفتاب ہیں جن کی روشنی سے آج تک ملت اسلامیہ فیضیاب ہورہی ہے اور ہوتی رہیگی ۔ یہ بات اپنی جگہ ثابت شدہ ہے کہ ہر شخص اپنی محنت، لگن اور جدو جہد سے ہی کامیابی حاصل کرتا ہے۔ مگر یہ بات بھی اتنی ہی مسلم ہے کہ جب تک کوئی محنت لگن اور جدوجہد کو صحیح سمت دینے والا اوران ہتھیاروں کو دھار دینے والا موجود نہ ہو تو یہ ساری چیزیں زیادہ کارگر ثابت نہیں ہوتیں۔

حضرت صدر العلماء اس لحاظ سے بڑے خوش قسمت واقع ہوئے کہ انہیں استاذ ملے تو فخر الاماثل صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی جیسے اور پیرومرشد ملے تو شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں جیسے جن کے فیوض و برکات نے ؛غلام جیلانی ؛کو امام النحو ،صدر العلماء اور بڑے بڑے تاجوروں کا آقا بنا دیا ۔ع ایں سعادت بزور باز ونیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اس مختصر سے مضمون میں حضرت صدر العلماء محدث میرٹھی کے استاذ معظم اور شیخ محترم کے آپسی تعلقات پر روشنی ڈالتے ہیں اور کچھ ایسے پہلو سامنے لانے کی کوشش کرتے ہیں جو شاید اب تک پردۂ خفا میں ہیں۔

**صدر العلماء کے استاذ معظم:** مفسر اعظم فخر الاماثل صدر الافاضل حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو مرادآباد میں پیدا ہوئے تاریخی نام غلام مصطفیٰ رکھا گیا۔ ابتدائی تعلیم والد محترم مولانا معین الدین نزہت اور مولانا فضل احمد صاحبان سے ہوئی اس کے بعد والد محترم نے قدوۃ السالکین ماہر علوم وفنون حضرت علامہ مولانا الشاہ گل محمد قادری کابلی علیہ الرحمہ کی درسگاہ جو اپنے وقت کی ممتاز ترین درسگاہوں میں سے ایک تھی وہیں حضرت مولانا گل محمد صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا اور وہیں سے حضرت صدر الافاضل نے اپنی تعلیم مکمل کی اور اس کے بعد آپ نے حضرت مولانا گل محمد صاحب سے ہی سلسلہ قادریہ میں شرف بیعت حاصل کیا۔

حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں اور اعلی حضرت امام احمد رضا علیہاالرحمہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

حضور صدر الافاضل اعلی حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے اور یہاں تک کہا کرتے تھے ؛ کہ بہت سے لوگوں کو اعلی حضرت کے دربار سے مختلف قسم کی دولتیں نصیب ہوئیں لیکن مجھے سب سے بڑی دولت ایمان کی اگر کہیں سے نصیب ہوئی تو وہ اعلی حضرت کا دربار گرامی ہے۔(ماہ نامہ پاسبان الہ آباد شمارہ نومبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۸)

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو حضور شیخ المشائخ سے غایت درجے کی عقیدت تھی۔ ہر سال مخدوم سمناں علیہ الرحمہ کے عرس میں تقریبات شروع ہونے سے پہلے ہی پہنچ جایا کرتے تھے اور حضرت شیخ المشائخ کے حکم پر انتظامی امور میں برابر حصہ لیا کرتے تھے۔ حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات کا اعتراف کرتے ہوئے صدر الافاضل یوں فرماتے ہیں۔ راز وحدت کھلے نعیم الدین...اشرفی کا یہ فیض ہے تم پر۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو عطا شدہ اجازت وخلافت کے تعلق سے مولانا محمد صادق قصوری اور ڈاکٹر مجید اللہ قادری لکھتے ہیں ''صدر الافاضل حضرت شاہ محمد گل علیہ الرحمہ سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے بیعت کے بعد حضرت شاہ صاحب نے آپ کو حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۵۵) کے سپرد کر دیا۔ حضرت صدر الافاضل نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ سے ہی اجازت وخلافت حاصل کی اور آپ ہی کی اجازت سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ سے بھی خلافت واجازت و خلافت حاصل کی۔

صدر الافاضل فاضل بریلوی کے راز دار اور رمز شناش تھے

آپ نے ان کے مشن کو بڑی کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا اور مسلمانان ہند کی سیاسی اور مذہبی امور میں رہنمائی کی ۔(خلفائے اعلیٰ حضرت ؛مولانا محمد صادق قصوری ،ڈاکٹر مجید اللہ قادری ۔ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان)

**صدر العلماء کے شیخ محترم:** قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں رحمتہ اللہ علیہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ مطابق دسمبر ۱۸۴۶ء صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے سلسلہ اشرفیہ کے علاوہ آپ کو سلسلہ قادریہ میں حضرت راج شاہ سوندھوی ،سلسلہ قادریہ منوریہ سے حضرت محمد امیر کابلی ،قادریہ برکاتیہ سے سید شاہ آل رسول مارہروی علیہم الرحمہ وغیرہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ بڑے خوبصورت اور صاحب وجاہت تھے جو دیکھتا بس دیکھتا رہ جاتا۔جس محفل میں آپ بیٹھتے تو سب سے نمایاں نظر آتے ۔لاہور میں ہوئے ایک جلسۂ مناظرہ کا نقشہ بیان کرتے ہوئے سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب تحریر کرتے ہیں ؛اہل سنت کے اسٹیج پر ایک بلند منبر رکھا گیا جس پر حضرت مولانا سید علی حسین اشرفی رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما تھے اور دیگر علماء اہل سنت اسٹیج پر رونق افروز تھے۔

حضرت قبلۂ عالم سید علی حسین صاحب حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے اور بے حد وجیہ تھے سفید نورانی چہرہ اور سفید ریش ،سبز جبہ اور سر پر عمامۂ غوثیہ سبحان اللہ !صرف اس ایک ہستی سے سارے اجتماع میں رونق و بہار نظر آرہی تھی ۔(سنی علماء کی حکایات ص ۸۱)

حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ اپنے وقت کے مقبول انام شیخ تھے اور آپ کے مریدین میں اپنے وقت کے جید علماء کرام شامل تھے اور بہت سارے علماء کو آپ سے خلافت واجازت حاصل تھی آپ کی ذات سے سلسلہ اشرفیہ کو کافی فروغ حاصل ہوا اور آپ نے حضرت مخدوم سمناں کا فیض بے دریغ تقسیم کیا اور ملت اسلامیہ کو روحانی طور پر مالا مال کردیا۔

صدر الافاضل اور شیخ المشائخ کے مابین ایک خوبصورت رشتہ..صدر الافاضل یوں تو حضرت شیخ المشائخ کے مجاز وخلیفہ ہیں اور اسی وجہ سے حضرت شیخ المشائخ آپ کو فرزند ''نعیم الدین'' کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے ۔فرزند کہنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ آپ حضرت صدر الافاضل سے کس قدر محبت فرمایا کرتے تھے۔

اسی محبت والفت کا نتیجہ تھا کہ صدر الافاضل دوسروں کے بالمقابل حضرت شیخ المشائخ سے بے تکلف بھی تھے۔اسی بے تکلفی اور محبت آمیز شوخی کا ایک واقعہ حضرت مفتی شعبان صاحب نعیمی حبابی حال مقیم ممبئی نے بیان کیا (یہ واقعہ مجھ سے خود مدیر رسالہ محترم غلام مصطفیٰ نعیمی نے بیان کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مفتی محمد شعبان نعیمی صاحب اہل سنت کے ایک بزرگ عالم دین ہیں اور شہزادۂ صدر الافاضل رہنمائے ملت حضرت مولانا سید اختصاص الدین نعیمی علیہ الرحمہ کے دست گرفتہ مرید ہیں اور ہزاروں علماء کے استاذ ،متعدد اداروں کے بانی اور تنظیم افکار صدر الافاضل کے سرپرست اعلیٰ بھی ہیں)

ایک محفل سرزمین کچھوچھہ میں جمی ہوئی تھی جس میں اکابرین اہل سنت حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی ،اور حضرت صدر الافاضل علیہم الرحمہ ودیگر اکابر علمائے اہل سنت موجود تھے اور چراغ محفل کے طور پر شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں جلوہ فرما تھے اچانک حضرت اشرفی میاں کو وجد سا آیا کہنے لگے کہ آج سماع کو دل چاہ رہا ہے اس لئے ابھی محفل سماع منعقد کی جائے یہ کہہ کر اٹھے اور دیگر علمائے اہل سنت سے کہا کہ چلئے آج آپ بھی ہمارے ساتھ محفل سماع میں شریک ہونگے ۔حضرت شیخ المشائخ مشربا چشتی تھے اور سماع کے عادی مگر دیگر علماء مشربا قادری اور سماع سے دور رہنے والے اس لئے محفل میں خاموشی چھا گئی اور کسی کو بھی حرکت نہ ہوئی دوسری بار حضرت اشرفی میاں نے اپنے مخصوص لہجے میں فرمایا کہ سبھی محفل سماع میں شریک ہوں اس بار قدرے بلند لہجہ فقیرانہ رعب شاہانہ جلال کسی کو کچھ کہتے نہ بنا سبھی اٹھ کر چل دئے اور شریک محفل ہو گئے کچھ دیر کے بعد شرکاء کو محسوس ہوا کہ محفل میں حضرت صدر الافاضل شریک نہیں ہیں تو تمام علماء نے از رہ شوخی حضرت اشرفی میاں کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور دیکھئے ہم سب باوجود قادری ہونے کے آپ کے حکم پر محفل سماع میں چلے آئے مگر حضرت صدر الافاضل کا محفل میں کہیں اتا پتا نہیں ۔اتنا سن کر حضرت اشرفی میاں نے ایک خادم کو بلایا کہ وہ جائے اور حضرت صدر

الافاضل کو بلا کر لائے خادم دوڑتا ہوگیا اور حضرت صدرالافاضل کو شیخ المشائخ کا پیغام سنایا اور کہا کہ حضرت آپ کو یاد فرمارہے ہیں۔صدر الافاضل نے فرمایا کہ چلو میں آتا ہوں۔خادم نے آکر یہی پیغام حضرت اشرفی میاں کو سنادیا کہ صدرالافاضل تشریف لاتے ہیں۔

محفل اپنے پورے شباب پر چلتی رہی یہاں تک کہ اپنے اختتام کو پہنچ گئی مگر محفل میں حضرت صدرالافاضل کا کہیں اتا پتا نہ چلا جب محفل ختم ہوگئی تو اس کے کچھ دیر کے بعد صدرالافاضل محفل میں حاضر ہوئے تو علمائے اہل سنت نے پھر بطور شوخی حضرت شیخ المشائخ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضرت دیکھیئے آپ کے بلانے کے باوجود حضرت صدرالافاضل محفل میں شریک نہیں ہوئے۔اس پر حضرت اشرفی میاں نے فرمایا کیوں فرزند نعیم الدین کیا وجہ رہی؟ آپ نے حاضرین مجلس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ اے صاحبان علم وفضل میں مشرب سماع کا غیر مقلد نہیں ہوں الحمداللہ مقلد ہوں میں اس لئے حاضر نہیں ہوا کہ میرا مقتدا و امام تو اس محفل میں ہے ہی اور مقتدا کا عمل مقتدی کو کفایت کرتا ہے اس لئے میں محفل میں حاضر نہ ہونے کے باوجود بھی حاضر تھا۔آپ کے اس عقیدتمندانہ مگر شوخی کے رنگ میں رنگے ادب ومحبت کی گہرائی لئے ہوئے جملے پر بے اختیار حضرت اشرفی میاں مسکرائے اور کہا اے حاضرین مجلس! کیا اتنا خوبصورت جواب کسی کے ذہن میں آسکتا تھا؟ یہ صرف انہیں کا حصہ ہے۔

اس واقعہ سے جہاں حضرت صدرالافاضل کی حاضر جوابی کا پتا چلتا ہے وہیں اس بات کا بھی پتا چلتا ہے کہ حضرت صدرالافاضل بارگاہ شیخ المشائخ میں کس قدر بے تکلف، وفا شعار، چہیتے اور آپ کی اداؤں کے رازدار تھے اور شیخ المشائخ آپ پر کس درجہ مہربان، شفیق اور آپ سے کس قدر محبت کرنے والے تھے۔

صدرالافاضل اور شیخ المشائخ کے مابین ایک اور انوکھا رشتہ..

حضرت صدر الافاضل اور شیخ المشائخ کے درمیان ایک اور خوبصورت سا رشتہ ہے جو دوسری جگہوں پر شاذ و نادر ہی نظر آتا ہو۔حضرت صدر الافاضل جہاں ایک عظیم مناظر، مفسر، بیدار مغز مدبر اور سیاسی قائد تھے وہیں آپ ایک بے مثال استاذ بھی تھے جن کی درسگاہ سے بڑے بڑے انمول نگینے دنیا کو حاصل ہوئے جن کی چمک نے ایک عالم کو روشن ومنور کیا اور آج بھی دنیا ان کی روشنی سے فیض حاصل کررہی ہے۔ذیل میں صدرالافاضل کے چند نامور شاگردوں کی فہرست دیکھیں اور شیخ المشائخ سے آپ کے انوکھے رشتے کی خوبصورتی کو محسوس کریں اور غور کریں کہ ایسا خوبصورت رشتہ آپ نے کہاں پایا ہے؟

(۱) صدرالعلماء امام النحو حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی محدث میرٹھی
(۲) ماہر معقولات ومنقولات حضرت علامہ عبدالرشید خاں فتح پوری
(۳) قاضی ملت حضرت علامہ قاضی شمش الدین جون پوری [مصنف قانون شریعت]
(۴) جلالتہ العلم حضرت حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی [بانی الجامعتہ الاشرفیہ مبارکپور]
(۵) سلطان المناظرین قاضی احسان الحق نعیمی بہرائچی
(۶) امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین نعیمی مفتی اعظم کانپور
(۷) مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد حسین نعیمی [بانی جامعہ نعیمیہ لاہور پاکستان]

یہ سب آسمان علم کے وہ آفتاب وماہتاب ہیں جنہوں نے حضرت صدرالافاضل کی درسگاہ میں بیٹھ کر، آپ کے حضور زانوئے ادب طے کرکے نور علم حاصل کیا اور اسی کے ساتھ ہی یہ خوبصورت رشتہ بھی یہاں پایا جاتا ہے کہ یہ سب اکابرین اہل سنت اور حضرت صدرلافاضل کی بارگاہ سے خوشہ چینی کرنے والے اچھے خاصے علماء حضرت شیخ المشائخ کے یا تو دست گرفتہ مرید ہیں یا آپ کے مجاز و خلیفہ ہیں ایسا خوبصورت اتفاق شاید باید ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔

یہ ہمارے علماء ومشائخ کا ایک دوسرے پر اعتماد وخلوص کا رشتہ تھا جس نے اہل سنت کی بنیادوں کو مضبوطی عطا کی اور اشاعت علم دین میں اہم رول نبھایا۔

ایسے تھے صدرالعلماء کے استاد وشیخ سراپا خلوص، مجسمہ ایثار ،حسن و وفا کے پیکر، اسلاف کی یادگار اور اپنے متبعین کے لئے بہترین نمونہ عمل۔ایسی بارگاہ میں جب کوئی ''غلام جیلانی'' آئے تو کیوں نہ صدر علماء اور امام نحو بن کر واپس جائے۔اللہ ملت اسلامیہ کو ایسے استاد وشیخ پھر عطا فرمائے آمین۔☆

علم وفضل کسی کو بھی احساس برتری میں مبتلا کردیتا ہے،فکروفن کا

**جہانِ ادب**

# صدر العلماء کا انداز تنقید

**غلام مصطفیٰ نعیمی**

عروج کسی کو بھی باغی بنانے کیلئے کافی ہے، باصلاحیت شاگردوں کی جماعت کسی بھی استاذ کو مغرور بنادیا کرتی ہے، نکتہ رسی و دوراندیشی کسی کا بھی زاویہ فکر بدل دیتی ہے، قلم وقرطاس کی طاقت کسی کو بھی راہ اعتدال سے ہٹانے کیلئے کافی ہے اور جب کسی انسان کو یہ ساری خوبیاں اور صلاحتیں ایک ساتھ مل جائیں تو اس کا خود کو متوازن رکھنا، ادب واخلاق کا دامن تھامے رکھنا سخت ترین کام ہے۔ کتنے لوگ اپنے علم وفضل کے نشے میں ایسے مست ہوئے کہ ادب واخلاق، تہذیب ومتانت اور شائستگی ووقار سب داؤں پر لگا بیٹھے مگر ماضی قریب میں ایک ایسی منفرد المثال شخصیت گزری ہے جس کے علم وفضل کو اپنے تو اپنے غیروں نے بھی تسلیم کیا، جس کے فکروفن کا جادو سر چڑھ کر بولا، جس کی نکتہ رسی نے علم وفن کے بڑے بڑے دعویداروں کی قلعی اتار دی، جس کے قلم کی زد نے نام نہاد دانشوروں کو منہ چھپانے پر مجبور کردیا۔ اس عظیم شخصیت کو دنیائے اسلام صدر العلما امام النحو شارح بخاری حضرت علامہ سید شاہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے نام نامی سے جانتی ہے۔

یوں تو حضرت صدر العلماء کی ذات متعدد صفات حسنہ کی حامل ہے اور ان صفات پر اہل قلم نے کافی کچھ لکھا بھی ہے اس لئے ان تمام چیزوں پر غور کرنے کے بعد ناچیز نے ایک نئے زاویہ سے سوچنا شروع کیا غور کرتے کرتے میرا ذہن اس طرف گیا کہ حضرت صدر العلماء کی تمام ہی تصنیفات میں دیوبندیوں وہابیوں کو علمی اعتبار سے آئینہ دکھاتے ہوئے رد کیا گیا ہے تو میں نے سوچا لاؤ صدر العلماء کے اسی کمال ''انداز تنقید'' کو ہی اپنا موضوع بناؤں اور صدر العلماء کی ایک اور خوبی سے زمانے کو روشناس کراؤں۔

تردیدی تحریریں عموماً جارحیت لئے ہوتی ہیں بلکہ بعض مصنفین تو تردید وتنقید کے نام پر اپنی مادری زبان کا مظاہرہ کرتے ہوئے مغلظات پر اتر آتے ہیں جس کا کھلا مظاہرہ کچھ سالوں پہلے ایک جماعت کے ''شیخ الاسلام'' نے کیا تھا مگر یہ حضرت صدر العلماء کے قلم کی شرافت ہے کہ کسی بھی مقام پر اپنے قلم سے کوئی غیر مہذب جملہ نکلنے نہیں دیا اور نہ کسی غلط بات کو اپنے قلم کی نوک سے بچ کر نکلنے دیا۔

**تنقید کیا ہے؟** اچھے اور برے میں فرق کرنے اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے کا نام تنقید ہے اصلاً تنقید کا کام فیصلہ کرنا ہوتا ہے تنقید دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتی ہے، تنقید انصاف کا پیمانہ قائم کرتی ہے، تنقید ادنی اور اعلی کے مابین خط امتیاز کھینچتی ہے اور بلندی وپستی کے درمیان فرق ظاہر کر ردی اور کھرے کا مطلب سمجھاتی ہے۔ ایک تنقید کرنے والے کو متانت و شائستگی کا دامن ہمیشہ تھامے رکھنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جذبات میں آکر وہ اخلاق وآداب کی حدوں کو پار نہ کر جائے۔ پروفیسر کلیم الدین احمد لکھتے ہیں ''تنقید ایک صحیح تربیت پائے ہوئے شائستہ اور مہذب دماغ کا مجموعی جوہر اور وصف ہے اور اس کی بے انتہا متنوع رنگارنگ خصوصی شکلیں بھی ہوتی ہیں'' اب آیئے ہم صدر العلماء کی تنقیدوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ کس معیار اور کس مرتبے کی ہیں۔

**صدر العلماء کا انداز تنقید** : عموماً جب ایک مصنف کو دوسرے مصنف کی تصنیف میں غلطی نظر آتی ہے تو وہ اس کو شدید فاحش غلطی شمار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر مصنف مخالف مکتب فکر کا ہو تو کہنا ہی کیا؟ اب تو وہ غلطی شیطان لعین کی غلطی سے بھی بڑی بنانے کی کوشش کی جاتی ہے مگر جب ہم صدر العلماء کے انداز تنقید کو دیکھتے ہیں تو بے اختیار آپکی عظمتوں کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے۔ دیوبندی مکتب فکر کی جانب سے علم نحو کی ابتدائی کتاب نحو میر کی دو شرح المصباح المنیر اور مہر منیر لکھی گئیں جن میں اول الذکر کی ضخامت ایکسو چونسٹھ صفحات اور آخری کے ایکسو باون صفحات ہوتے ہیں جب صدر العلماء نے ان پر تنقیدی نگاہ ڈالی تو غلطیوں کی تعداد دوسو ساٹھ تک پہنچ گئی یعنی ہر صفحہ پر ایک سے زیادہ غلطی اتنی غلطیاں مخالف مکتب فکر کو مل جائیں تو وہ موٹے موٹے لفظوں میں ''تاریخی غلطی'' کا عنوان بنالیں مگر صدر العلماء ان اغلاط کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''ہم نے صرف ان اغلاط کو بعنوان تنبیہ بیان کیا ہے جن کو مبتدی طلبہ بخوبی سمجھ لیں اور ان دونوں شروح کی گمراہی سے محفوظ رہیں (البشیر ص ۸)

غلطی کو تنبیہ کا نام دینا یہ صدر العلماء کا جگر ہے ورنہ دوسو سے زیادہ غلطیوں کو تنبیہ کہنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔

**تنقید کا ایک اور خوبصورت انداز :** باریک سے باریک بات کو نظر میں رکھنا اور مناسب جگہ پر چوٹ کرنا تو کوئی صدر العلماء سے سیکھے۔ایک مقام پر دیو بندی مصنف کی غلطی کو بتاتے ہوئے کتنا خوبصورت انداز اپنایا ہے المصباح المنیر کے مصنف نے ضمیر مرفوع متصل کی تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ "مرفوع متصل وہ ضمیریں جو فعل سے ملی ہوئی آتی ہیں اور ہمیشہ فاعل ہوا کرتی ہیں" اس کے بعد مصنف نے طلبہ کو تاکید کرتے ہوئے جلی حرفوں میں ایک حکم بھی لکھا کہ "ان تعریفات کو زبانی یاد کرلو" اس پر تنقید کرتے ہوئے صدر العلماء فرماتے ہیں سبحان اللہ! یہ لکھتے وقت پچھلا یاد نہیں رہا صفحہ ۳۷ پر لکھ آئے تھے (ضمیر مرفوع متصل) نائب فاعل بھی ہوا کرتی ہے اور یہاں پر فاعل میں حصر کر دیا جو غلط محض ہے اور غضب یہ کہ ان تعریفات کو زبانی یاد کرنے کی تاکید بھی فرماتے ہیں۔آہ

کس طرح اس نگہ ناز سے جینا ہوگا
زہر دے اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا۔

(البشیر ص ۴۳)

صدر العلماء کی تنقید کے ایک ایک لفظ کو دیکھیں اس میں شائستگی ،متانت،ادبی شوخی اور معقولیت کا رنگ کتنا گہرا نظر آتا ہے اپنی حاضر دماغی سے غلطی بھی بتائی اور شوخ قلم کی مار سے مخالف کو آہ بھرنے کا موقع بھی نہیں دیا۔یہ انداز تنقید بہت اعلی درجے کا ہے اور حضرت صدر العلماء کو یہ انداز اپنے استاذ محترم راس المفسرین حضور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ الہادی سے ورثہ میں ملا ہے جیسا کہ دیو بندیوں کے ایک "حکیم صاحب" پر تنقید کرتے ہوئے صدر الافاضل لکھتے ہیں "میں فقہ حنفی سے ثبوت دے چکا ہوں اب حکیم صاحب فقہ حنفی کی کتابوں سے اقوال پیش کریں ۔۔ہم بھی دیکھیں کہ تری گود میں کیا رکھا ہے::: وہ بھی دیکھیں جسے پہلو میں چھپا رکھا ہے۔(فرائد النور فی جرائد القبور ص ۱۹)

لفظوں کی گہرائی میں ڈوب کر صدر العلماء اور حضرت صدر الافاضل کے انداز تنقید کو دیکھیں کتنی مماثلت،یگانگت،اور متحد الخیالی نظر آتی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ کہیں چاند اپنے شباب پر چمک رہا ہو اور خاموش دریا کے صاف وشفاف پانی پر اس کا عکس نظر آ رہا ہو۔صدر العلماء نے اپنے استاذ گرامی حضور صدر الافاضل جو آسمان علم کا روشنی بکھیرتا اور دلوں کو ٹھنڈک پہنچاتا چاند ہیں انہیں کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہوئے ان کا عکس محفوظ کرلیا اور یہ خاموش دریا علم کا بحر ذخار بن گیا جس کی بڑی واضح اور خوبصورت مثال اوپر گزری۔

**علمائے دیوبند کی اردو دانی پر تنقیدی نظر:** علمائے دیو بند علم وفن کے خود ساختہ ٹھیکیدار بن کر دعوے کرتے ہیں کہ ہندوستان میں علم کی اشاعت کا سہرہ علمائے دیو بند کے سر پر سجتا ہے[یہ الگ بات ہے کہ سہرہ سجانا ان کے یہاں شرک ہے] اپنے اس دعوے میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوابوں میں علمائے دیو بند سے اردو سیکھتے نظر آنے لگے۔**فیا للعجب**

علمائے دیو بند کی اردو دانی کا خمار اتارتے ہوئے حضرت صدر العلماء نے ایک فاضل دیو بند کی کتاب المصباح المنیر ص ۱۴۲ پر تنقیدی نظر ڈالی جہاں فاضل دیو بند نے ایک عربی جملہ اور اس کا ترجمہ کچھ اس طرح بیان کیا **جاء تنی الهندان کلتا هما** اور اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "دونوں ہندہ میرے پاس آئی" اس پر نقد کرتے ہوئے صدر العلماء فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ دو وجہ سے غلط ہے اول اس لئے کہ **هندان** ہند کا تثنیہ ہے نہ کہ **هندة** کا جیسا کہ کافیہ میں ہے جب **هندان** کا ہند ہے تو ترجمے میں ہندہ کہنا غلط ہوا ۔دوسرے اس لئے کہ دو کیلئے آئی کہنا درست نہیں ہے بلکہ دو کیلئے آئیں کہا جائیگا۔اس کے بعد حضرت صدر العلماء فاضلین دیو بند کی اردو دانی پر ایک خوبصورت ریمارکس (**Remarks**) دیتے ہوئے لکھتے ہیں "ان فاضل دیو بند کی اردو بھی صحیح نہیں اگر کافیہ یاد ہوتی اور اردو باقاعدہ پڑھی ہوتی تو ایسے اغلاط میں آلودہ نہ ہوتے۔

ایک دوسرے مقام پر نحومیر کے شارحین دیو بند کی اردو دانی کی ہوا نکالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "ایسی زبان پر دعوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علمائے دیو بند سے اردو سیکھی ۔لکھنو کی ٹکسالی زبان چھوڑ کر سیکھنے کیلئے دیو بند کی اردو رہ گئی تھی جہاں روٹی کو رٹی اور گاڑی کو گڈی بولتے ہیں۔ تف بریں مذہب ناپاک و بریں گندہ خیال

ارے بے ادبو! وہ تو اس سیکھنے سے پاک تھے ان کو تو سب کچھ اللہ عز و جل نے ہی سکھایا۔تعلیم جبریل امیں تھی برائے نام ::حضرت وہیں سے آئے تھے لکھ پڑھے ہوئے

**صدر العلماء اور انور شاہ کشمیری :** لفظوں کو دیکھنا اور اس کے مفہوم تک رسائی حاصل کر لینا بہت بڑی صلاحیت ہے اور اس کے حصول کیلئے انسان کو بڑی محنت و جانفشانی کرنا پڑتی ہے ،نہایت عرق ریزی ،خدمت اساتذہ اور فیوض بزرگاں سے انسان اس مقام پر پہنچتا ہے ۔حضرت صدر العلماء انہیں دیدہ ور افراد میں سے تھے جو لفظوں کو دیکھ کر مفہوم کا اندازہ لگا

لیا کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس پر ہونے والے اعتراضات کو محسوس بھی کرلیا کرتے ہیں ۔ حضرت صدر العلماء کی تحریرات میں جہاں جہاں بھی تنقیدی کلام ملتا ہے وہاں یہی منظر دیکھنے میں آتا ہے کہ آپنے سب سے پہلے لفظ کے ظاہر کو دیکھ کر اس کے مفہوم کے خدوخال سامنے رکھے اور جلد ہی اس پر اعتراضات بھی وارد کردئے ۔ یہ زور علمی یقیناً رب کا بڑا کرم ہے مگر اس میں وسیلہ وذریعہ اساتذہ ہوا کرتے ہیں حضرت صدر العلماء محدث میرٹھی اپنی اس صلاحیت کو اپنے استاذ محترم سید المفسرین حضرت صدر الافاضل الشاہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ الہادی کی بارگاہ کا مرہون منت مانتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں ’’طبیعت میں تفحص وجستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا تھا دوپہر کو بعد طعام جب قیلولہ فرماتے تو پائے مبارک دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی اس وقت کسی پڑھے ہوئے مسئلے پر اعتراض کرکے فرماتے جواب سوچو اور تلاش کرکے لاؤ۔ جواب تک فہم کی رسائی نہ ہوتی تو کتب متعلقہ کی چھان بین کرتا کبھی جواب مل جاتا اور کبھی نہ ملتا۔ تو اتا پتا بتا کر اشارہ فرماتے اس پر اگر ذہن کی رسائی ہوگئی تو فبہا ورنہ صراحتاً جواب فرما دیا کرتے تھے (دیباچہ بشیر القاری ص ۷ مکتبہ الجیلانی سنبھل)

یہ اقتباس یہ بتانے کیلئے کافی ہے کہ حضرت صدر الافاضل نے کس نہج پر مستقبل کے امام النحو کی تعمیر وتربیت فرمائی اور اپنے اسی انداز تربیت کے علم وعرفان، شعور وآگہی اور تفحص وجستجو کی بھٹی میں تپا کر صدر العلماء کو ایسا کندن بنادیا کہ جس کے آگے بڑے بڑے دعوے کرنے والے بونے اور پست قد نظر آنے لگے جس کے علمی جاہ وجلال کے آگے اچھے اچھوں کی قلعی اتر گئی اور انہیں سرعام خفت اٹھانا پڑی۔

انہیں خفت اٹھانے والوں میں ایک بڑا نام دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیری صاحب کا بھی ہے جن کے بارے میں ان کے فرزند عزیز مولوی انظر شاہ کشمیری یوں کہتے ہیں ’’ہندوستان میں حضرت شاہ صاحب کشمیری سے بڑھ کر کوئی مدرس پیدا نہیں ہوا (حیات کشمیری ص ۲۹۴)

خود شاہ صاحب کی اپنے بارے میں خودفریبی اور تعلّی دیکھئے فرماتے ہیں ’’شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی بھی میں نے جملہ تصانیف کا مطالعہ کیا لیکن افسوس کوئی مفید یا نئی بات میرے ہاتھ نہیں لگی‘‘ (حیات کشمیری ص ۳۰۰)

ذرا اندازہ لگائیے کہ جس انسان کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی جملہ تصانیف میں کوئی مفید یا نئی بات نہیں ملی وہ کس درجے کا عالم ہوگا اور اس کا علم کتنے زوروں پر ہوگا۔ یقیناً اس کے علم کی موجیں کسی کو بھی زیروزبر کرنے کیلئے کافی ہونگی۔ شاید اسی سے مرعوب ہوکر یا اپنے شیخ کے دعوے کو پختہ کرنے کیلئے مولوی احمد رضا بجنوری نے لکھا تھا ’’حضرت شاہ صاحب بخاری وفتح الباری کے گویا حافظ تھے ، جب متون حدیث پر کلام فرماتے تو یہ معلوم ہوتا کہ امام طحاوی یا امام مسلم بول رہے ہیں ، فقہ الحدیث پر بولتے تو امام محمد بن الحسن شیبانی معلوم ہوتے ، حدیث کی بلاغت پر گویا ہوتے تو تفتازانی اور جرجانی کا خیال گزرتا اسرار شریعت بیان کرتے تو ابن عربی وشعرانی کا گمان ہوتا تھا (انوار الباری شرح بخاری ص ۲۵۰)

کشمیری صاحب نے دعوی کیا اور بجنوری صاحب نے اکابر علمائے اسلام کو شاہ صاحب کے اندر ثابت ہی کردیا۔ اسی سے اندازہ لگائیے جو شخص امام طحاوی، امام مسلم ، امام محمد ، علامہ سعد الدین تفتازانی، سید السند علامہ شریف جرجانی اور علامہ ابن عربی وشعرانی کا عکس وپرتو نہیں بلکہ انہیں جیسا نظر آتا ہو تو اس شخص کو بھلا کیوں کر شیخ محدث دہلوی کی تصنیفات میں کوئی نئی بات مل سکتی ہے؟

دعوی تو شیخ کشمیری اور انکے شاگردوں نے بہت بڑا کردیا مگر جب شیخ کشمیری حضرت صدر العلماء کی تنقیدی زد پر آئے تو سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے ، علم وفن کا خودساختہ شیش محل چکنا چور ہوگیا اور محدث دہلوی کی تصنیفات میں کوئی نئی بات نہ پانے والے کشمیری صاحب حضرت صدر العلماء کے سامنے طفل مکتب نظر آنے لگے۔

شیخ انور شاہ کشمیری دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث گزرے ہیں اور انہوں نے بخاری شریف کی فیض الباری کے نام سے ایک شرح بھی تصنیف کی ہے۔ بخاری شریف کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات پر کلام کرتے ہوئے کشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ اس مقام پر الاعمال بالنیات کہا گیا الافعال بالنیات نہیں کہا گیا اس کی وجہ یہ کہ عمل وفعل میں فرق ہوتا ہے عمل نام ہے ساختن (بناوٹ) کا اور فعل نام ہے کردن (کرنے) کا یعنی عمل وہ ہے جس میں تمادی (وسعت) و طول ہو برخلاف فعل کے کہ اس میں وسعت وطول نہیں ہوتا اسی لئے قرآن میں **واعملوا صالحاً** اور **ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات** فرمایا گیا ہے **وافعلوا** وغیرہ نہیں فرمایا گیا لہذا ظاہر ہوا کہ فعل اور عمل الگ الگ لفظ ہیں ۔ شیخ کشمیری نے اعمال و افعال میں فرق ظاہر کرنے اور اپنے زور علمی کو ثابت کرنے کیلئے قرآن کی آیتوں کو پیش کیا۔ بظاہر بات مضبوط معلوم ہوتی ہے مگر اب صدر العلماء کی تحقیق دیکھئے آپ فرماتے ہیں: الاعمال، عمل بمعنی کار کی

جمع ہے اعمال اور افعال ہم معنی ہیں مگر استعمال میں افعال سے عند الاطلاق افعال جوارح متوادر ہوتے ہیں بخلاف اعمال کے کہ وہ فعل جوارح اور فعل قلب اور فعل لسان سب کو شامل ہوتے ہیں اسی لئے انما الاعمال فرمایا گیا۔(بشیر القاری ص۲۵)

کشمیری صاحب نے اعمال و افعال میں بڑا بنیادی فرق بتایا کہ ایک نام ہے ساختن کا اور دوسرا نام ہے کردن کا۔ کاش وہ کتب لغات دیکھ کر یہ بات کہتے تو شاید صدر العلماء کی تنقید سے بچ جاتے۔ جیسا کہ صدر العلماء نے فرمایا کہ اعمال و افعال ہم معنی ہیں لغات کے صفحات کو دیکھا جائے وہاں بھی اسی بات کی شہادت ملتی ہے۔ پہلی شہادت ’عمل‘ (کام، فعل، کار۔ فیروز اللغات ص۹۰۴) فعل۔ (کام، کاج، عمل۔ فیروز اللغات ص۹۳۴) دوسری شہادت۔ العمل۔ (الفعل بقصد، ارادۂ فعل کرنا۔ مصباح اللغات ص۵۷۷) فعل۔ (کرنا، بنانا یعنی ساختن۔ مصباح اللغات ص۶۳۹)

اوپر کی دو شہادتوں سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ صدر العلماء نے جو فرمایا کتب لغات نے اس کی تائید و توثیق کر دی اور کشمیری صاحب کا مدعا غلط ثابت ہوا لغت سے بھی کشمیری صاحب اپنے قول کو ثابت نہ کر سکے۔ رہا ان کا قرآن سے دلائل دینا ان دلائل پر تنقید کرتے ہوئے صدر العلماء فرماتے ہیں تمادی و طول کے اعتبار سے اعمال و افعال میں فرق کرنا قطعاً باطل ہے اور قائل کا فعل میں وسعت و گہرائی کو تسلیم نہ کرنا اس کی اپنی نظر کا قصور ہے اگر غور کیا جائے کتنی مثالیں ایسی ملیں گی جس میں فعل کو وسعت و طول کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔

مثال بیان کرتے ہوئے صدر العلماء رقم طراز ہیں ”قال الله تعالی وافعلوا لخير قال في الجلالين تحت قوله تعالى الخير كصلة الرحم و مكارم الاخلاق و قال في حاشية الصاوي اى و غيرهما من الخيرات الواجبة والمندوبة مشيراً الى ان الكاف في قول المفسر كصلة الرحم للتمثيل و ليست كاف الاستقصاء فجملة الخيرات تحت لفظ الخير و كثير منهما متماد و استعمل في القرآ ن افعلوا فيما يتمادى ويطول فالفرق بين العمل و الفعل بهذا لنحو غير معقول۔(البشیر القاری ص۲۵)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی جملہ تصنیفات کا مطالعہ کرنے والے شیخ کشمیری کاش قرآن مجید کا مطالعہ بھی کر لیتے تو شاید اس بے بنیاد دعوے ”افعال میں تمادی و طول نہیں ہوتا“ میں یوں خفت نہیں اٹھانا پڑتی مزید برآں صاحب جلالین وصاوی نے بھی ہندوستان کے خود ساختہ سب سے بڑے ”مدرس“ کی شان میں ایسا داغ لگایا کہ آج تک شیخ کشمیری اور ان کے سعادت مند شاگرد اس داغ کو مٹا نہیں پائے۔

**دوران تنقید بر محل گرفت:** حضرت صدر العلماء کی تنقیدات جہاں علمی وفنی بحثوں پر مشتمل ہوتی ہیں وہیں کبھی کبھی عام اور سادہ سے جملوں پر گرفت فرماتے ہوئے بڑے خوبصورت ریمارکس (Remarks) دیتے ہیں جنہیں پڑھ کر بے ساختہ ظرافت صدر العلماء پر ایک زیر لب مسکراہٹ آجاتی ہے ایسی ہی ایک مثال دیکھئے، دار العلوم کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے ان کے ایک عزیز شاگرد مولانا کفیل احمد کیرانوی نے ان اسباق کو تقریر بخاری کے نام سے شائع کیا اور مولانا مدنی کے سانحہ ارتحال پر تقریر بخاری کے ٹائٹل پیج (TitlePage) کی پشت پر لکھا ”یہ لکھتے ہوئے قلم لرزتا ہے کہ بارہ جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ بوقت ڈھائی بجے دن میرے استاذ محترم حضرت مولانا حسین احمد مدنی ایک عرصہ تنفس کی سخت بیماری میں مبتلا رہ کر داعی اجل کی آواز پر لبیک فرماتے ہوئے عالم مشاہد سے عالم برزخ کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رحلت کر گئے“ اس پر تنقید کرتے ہوئے حضرت صدر العلماء فرماتے ہیں ”لغت عرب کی مشہور کتاب صراح میں ہے برزخ دو چیزوں کے درمیان آڑ کو کہتے ہیں اور دنیا و آخرت کے درمیانی زمانے کو بھی کہتے ہیں جو موت سے شروع ہو کر بعث (دوبارہ زندہ ہونے) پر ختم ہوتا ہے تو جس کو موت آئی وہ عالم برزخ میں چلا گیا اور وقت بعثت سے عالم آخرت کی ابتدا ہوتی ہے جس کیلئے کوئی انتہا نہیں۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ہر انسان عالم برزخ سے نکل کر عالم آخرت میں پہنچیگا اور میدان محشر میں ہر شخص کو حاضر ہونا لازم ہے کوئی شخص بھی عالم برزخ میں ہمیشہ نہ رہیگا لیکن فاضل دیوبند مولانا کفیل احمد صاحب کیرانوی اپنے استاذ کے حق میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ ”عالم برزخ کی طرف ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رحلت کر گئے“ ان الفاظ کا مطلب یہی تو ہوا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ عالم برزخ میں ہمیشہ ہمیشہ تشریف فرما رہیں گے۔ تو کیا ان کو میدان محشر کی حاضری سے مستثنی کر دیا گیا ہے؟ استغفر اللہ! (بشری القاری صفحہ ۲۴۶)

یہ تھیں صدر العلماء کے انداز تنقید کی چند جھلکیاں جس سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں کہ آپ محض نحو وصرف اور علم حدیث میں ہی نہیں بلکہ ادب عالیہ پر بھی زبردست پکڑ رکھتے تھے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کی تنقیدات ہیں جہاں علم و ہنر کی ایک نئی ہی دنیا نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات سے عالم اسلام کو فیض یاب فرمائے۔ آمین☆

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم

**فکر وفن**

# صدر العلماء کا علمی وفنی اختصاص

**حضرت علامہ محمد فروغ القادری** (اسکاٹ لینڈ (یو۔کے)

تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کئے ؟

بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول میں برصغیر ہندوستان کے علمی افق پر ایک ایسی قد آور اور جاہ وجلال کی حامل شخصیت جلوہ بار ہوئی جس کے فکر وفن کی شعائیں آج بھی فصیل شہر دانش پر اپنے پورے رنگ وآہنگ کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ یہ زمانہ ہندوستان کی تحریک آزادی کا زمانہ تھا جہاں ایک نئے اور جمہوری قومی تشخص کی بنیاد ڈالی جارہی تھی، یہ زمانہ عظیم شخصیتوں کا زمانہ تھا۔ یہ عہد عظیم قومی افکار اور عظیم قومی قدروں کا عہد تھا۔ اپنی تمام تر متاع حیات اور نقد جاں لے کر جرأت رندانہ اور پائیداری عزم ویقین کے ساتھ ہر مجاہد میدان عزیمت وعمل میں موجود تھا۔ باطل قوتوں کو شکست وریخت سے دوچار کرنے کے لئے اس درجہ بے تاب تھے جیسے کہ وہ آب حیات پی رہے ہوں، اس جدوجہد آزادی کے سیل رواں میں علماء، فضلاء، ارباب طریقت، صاحبان فکر ونظر، شعراء، ادبا اور ماہرین صحافت بھی موجود تھے، جو عزم انقلاب کی جملہ توانائیوں کو سمیٹے اپنی تابناک منزل کی جانب رواں دواں تھے۔

نئی قدروں اور عہد ساز صلاحیتوں کے ساتھ اس دور میں اس سرزمین ہند سے بے شمار شخصیات اٹھیں جن کی علمیت، شرافت، پاکیزہ نفسی اور اولعزمی کے واقعات آج بھی معلوم تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ انہی ہمہ جہت اور عہد ساز شخصیات میں جنہوں نے تصورات کی شاہراہوں پر اپنا دیرپا اثر اور نقش حیات چھوڑا، صدر العلماء، رئیس المتکلمین، امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ تغمدہ اللہ بغفرانہ کی ذات گرامی بھی ہے۔ جو نصف صدی سے زائد عرصے تک علم وفن کے تشنہ کاموں کو اپنے میکدۂ حرف وآگہی سے شراب دوآتشہ پلاتی رہی۔ قدرت کی نوازشات نے تحریر وتدریس، معقول ومنقول، فن وادب، نحو وصرف، معانی وبلاغت اور حکمت وتفقہ کی اتنی صلاحیتیں ان میں مرکوز کردی تھیں کہ انہیں ''مجمع الاوصاف'' کہا جائے تو مناسب ہوگا۔ اور ہر وصف میں انہیں مقام امتیاز حاصل رہا۔ جیسے ایک زندگی نے مختلف زندگیوں کو اپنے اندر سمولیا ہو۔ ان کی تبحر علمی، اور ان کے اعلیٰ ترین ذہن ودماغ کے نقش ونگار کو ان کے معاصرین نے بھی احترام کی نظروں سے دیکھا اور محسوس کیا ہے۔ ان کی ناقابل تسخیر ذہانت، خدا داد صلاحیت اور متاع فکر کی دہلیز پر ارباب علم ودانش کی گردنیں ہمیشہ جھکی رہتیں۔ ان کی شعوری بالیدگی، ان کی عالمانہ ندرت، ان کی فراست مومنانہ، ان کی تخلیقی جولانگی اور ان کی علمی بصیرت کا عکس ان کی نگارشات وتصنیفات پر دور دور تک چھایا ہوا ہے۔ وہ اصناف علم کے ہر شعبے پر حد درجہ ذہنی استحضار کے ساتھ ہر لحہ حاوی نظر آتے ہیں۔ تاہم فن نحو میں انہیں خصوصی امتیاز اور ملکہ حاصل تھا۔

اس فن کے مضامین اور گرانقدر حواشی کو ضبط قلم کرنے میں آپ نے جس قدر دقت طرازی، دقیقہ سنجی اور کشود عقدۂ مشکل سے کام لیا ہے وہ آج بھی اس فن کے طلبا اور مدرسین کی ذہنی وفکری درا کی کے لئے معاون ہے۔

''بشیر الناجیہ شرح کافیہ، البشیر الکامل شرح شرح مأۃ عامل، البشیر شرح نحومیر'' آپ کی وہ معرکۃ الآراء تصانیف ہیں جن کے ایک ایک حرف سے علم ومعانی کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ ان شرحات کی وساطت سے بلاشبہ نحوی مسائل کی تفہیم مبتدی طلبا کے لئے آسان ہوگئی ہے۔ کائنات علم پر ان کے قلمی اور تدریسی احسانات کے تذکرے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اہل بصیرت اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت امام سیبویہ اور حضرت امام کسائی کی روح پاک کس قدر خوش ہوگی آپ کی علمی تحقیقات وتصانیف دیکھ کر۔

مذکورہ کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ حضور صدر العلما نے کس فنی مہارت اور اسلوب بیان کی دل آویزی ودلکشی کے ساتھ عربی زبان وادب کے اعجازی وابلاغی پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ خصوصاً دفع دخل مقدر کی تحلیل وتشریح میں اپنی رشحات قلم اور رفعت فکر کو بکھیرتے ہوئے احوال اسناد خبری، احوال مسند، احوال مسندالیہ، احوال متعلقات فعل، قصر، انشاء، فصل ووصل، ایجاز واطناب، تقدیم وتاخیر، اوراعتراض

وتذئیل کا جس خوبصورتی سے جائزہ لیا ہے، وہ اپنے اندر دقیق وعمیق معانی وبلاغت کو سموئے ہوئے ہے۔ اظہار وبیان کا یہ مابہ الامتیاز وصف اسی شخص کو بالاستمرار حاصل ہوسکتا ہے جو عربی زبان وادب کی باریکیوں سے پوری طرح آشنا ہو۔ تائید غیبی نے فصاحت فی الکلام کا ایسا ملکہ انہیں عطا فرمایا تھا کہ اس کے ذریعہ سے وہ مقصود ومطلوب کی تعبیر پر ہر لحہ قادر تھے۔ انہیں بلاشبہ فن نحو میں مقام تفرد اور مرتبہ اختصاص حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ اس حوالے سے گفتگو فرماتے تو صرف اس فن کے ائمہ کے نحوی مسالک کے بیان پر ہی اکتفانہ کرتے بلکہ جب عبارت مختلف وجوہ اعراب کی متحمل ہوتی ہے تو اس کی نحوی اور کلامی حیثیت حد درجہ وقار اور علمی تمکنت کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔ اور ان وجوہ میں سے ایک کو ترجیح دیکر اس کی راجح دلیل پیش کرتے ہیں۔

زبان میں نزاکت کا وجود خواہ وہ لفظی ہو یا معنوی یا ترکیبی، اس کی خوبصورتی اور دلآویزی میں چار چاند لگا دیتا ہے۔ عربی زبان اس نقطۂ نظر سے دنیا میں بڑی سامعہ نواز اور موثر زبانوں میں سے ہے۔ اس کے حروف تہجی میں حروف ثقیلہ وغیرہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کے الفاظ بہت شیریں اور سامعہ نواز ہوگئے ہیں۔ غیر زبانوں کے جو الفاظ اس میں مستعار آئے ہیں انہیں عربی ذوق کا ایسا جامہ پہنا دیا گیا ہے کہ وہ معرب ہو کر بھی عربی زبان کے حسن میں ڈھل کر نکھر گئے ہیں۔ عربی زبان وادب کی نزاکت بیانی کا یہ عالم ہے کہ معانی کے جزئیات بھی پوری طرح واضح ہوجاتے ہیں اور کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا۔ عربی زبان وادب میں صلات کے علم کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ بعض علمائے نحو نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ زبان دانی صرف صلات کا علم ہے۔ انسان کے اوصاف اور اس کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کیلئے جو موزوں ترین طریقے اور جو الفاظ عربی زبان میں پائے جاتے ہیں شاید اس کی مثال دوسری زبانوں میں نہ ملے۔ چنانچہ صرف محبت کے جذبات اور اس کے مختلف نازک ترین مراحل کے اظہار کے لئے عربی زبان میں کم سے کم دس الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح نفرت وحسد اور بخل وسخاوت اور ان کے مختلف مراحل کے لئے بھی متعدد الفاظ پائے جاتے ہیں، جو ان صفات واحساسات کے جزئیات تک کو واضح کردیتے ہیں۔

متأخرین جن کی کتابیں لغت عرب میں متداول اور مشہور ہوئیں وہ جوہری کی ''صحاح'' اور ابن سیدہ اندلسی کی ''کتاب المحکم والمحیط'' اور شیخ مجدالدین فیروز آبادی کی ''قاموس'' ہے۔ اور اس آخری دور میں ''قاموس'' کو زیادہ شہرت وقبولیت ہوئی۔ بہت سے علماء نے اسے پڑھا اور پڑھایا ہے۔ سید مرتضیٰ زبیدی ہندی نے اس پر ایک نہایت عمدہ مبسوط شرح ''تاج العروس من جواہر القاموس'' دس ضخیم جلدوں میں لکھی ہے۔ تاہم عصر حاضر کی موجودہ درسگاہوں میں علامہ ابن حاجب کی تصنیف لطیف ''کافیہ'' اور پھر اس کی حد درجہ معنیٰ خیز جامع ترین شرح ''شرح جامی'' اپنی سلک تقریر سمط تحریر کے حوالے سے اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔ شرح جامی بظاہر فن نحو کے معانی ومطالب پر مشتمل ایک کتاب ہے۔ مگر اس کے اسلوب بیان اور مضامین کی عظمت وجامعیت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے دامن سیماب میں مختلف علوم وفنون کے گوہر آبدار کو سموئے ہے۔ اس کا پڑھانے والا علم معانی بلاغت، علم کلام، اور علم منطق وفلسفہ کے اعلیٰ ترین مسائل کے ذہنی استحضار کے بغیر پڑھا ہی نہیں سکتا۔ علم فلکیات، علم الٰہیات، علم ارضیات، علم نجوم، علم طبعیات، علم لغت وبیان، علم حساب، جدل، احدات، ابعاد، احکام، اصول، مبادی، معرفت ونفس کے یہ وہ علوم ہیں جن کا شرح جامی نے باضابطہ احاطہ کیا ہے۔ خصوصاً مسائل کی ترسیل وابلاغ میں منطق وفلسفہ کو ذریعۂ استدلال بنا کر ایک نئی طرح وطرز کی بنیاد رکھی اور ان فنون کو اختصاص کا درجہ عطا فرما دیا گیا۔

اسی تتبع میں بلاشبہ میرے ممدوح نابغۂ عصر امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی گرانقدر تصنیف ''بشیر الناجیہ شرح کافیہ'' لکھتے وقت ان تمام فنی وکلامی خصوص کو اپنایا ہے۔ انہوں نے نحوی مسائل بیان کرتے وقت مختلف علوم وفنون اور فلسفہ وادب کے نئے نئے آفاق تلاش کئے ہیں۔ جس سے ان کی حیرت انگیز تخلیقی صلاحیت، فنی مہارت اور عقل وادراک کی انفرادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کی اعلیٰ دماغی، وسعت علمی اور فکری واستدلالی تفوق کا اعتراف ان طلبا کو تو بہر حال تھا جو ان کی درس گاہ فیض سے براہِ راست مستفید تھے۔ تاہم ان کے وہ ہم درس معاصرین جن کے طغرہائے جمال سے آج علم وعمل کی ایک کائنات روشن ہے وہ بھی ان جولانی طبع، استحضار علمی اور ذہنی دراکی کے قائل اور مداح رہے ہیں۔

حضور صدر العلماء کے علمی وفنی اوصاف اس درجہ متنوع ہیں کہ

ان کے کسی ایک پہلو پر بھی عہدہ برآ ہونا مجھ جیسے کم علم کے لئے دشوار گذار مرحلہ ہے۔ وہ اپنی سرشت میں انتہا درجہ ذہین، معاملہ فہم اور حاضر دماغ واقع ہوئے تھے، وہ تاریخ، فلسفہ، منطق اور کلام کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ ان کی اعلیٰ ترین ذہانت کے نقش ونگار، متن کی بلاغت، تبحر علمی، تخیلات ومحاکات کی فراوانی، جذب دل کا انکشاف قوت حافظہ، وسعت نظر، موثر ترین انداز تدریس اور قائدانہ صلاحیت یہ تمام ترمابہ الامتیاز خصوصیات دراصل فوق الفطرت تھیں، جسے لوح وقلم کے دامن میں سمیٹا جانہیں سکتا۔ ''بشیرالناجیہ'' میں ان کے علمی کمالات اور بلا خیز فنی مہارت دیکھ کر ارباب علم ودانش کے لئے یہ کہنا حد درجہ برمحل ہوگا کہ حضور صدرالعلماء فن نحو میں اپنی جملہ متاع فکر وفن کے ساتھ مجتہدانہ منصب پر فائز تھے۔ ان کی تحریروں میں فارابی کا کمال فن، ابن سینا کی بے مثال عبقریت، غزالی کی تہافتہ الفلاسفہ اور جوہر اخلاق، ابن ماجہ کا فلسفۂ حیات، ابن رشد کی حریت فکر، رازی کا طرز استدلال اور معقولیت پسندی، اور سیبویہ کی نحوی وفنی مہارت شامل ہے۔ گویا کہ ایک وحدت میں علوم ومعارف کی نہ معلوم کتنی کائناتیں جمع ہوگئی ہیں۔

ان کی تحریروں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مطالب ومعانی کی تشریح کرتے وقت نفس مسئلہ اور اصل بحث سے ان کا رابطہ نہیں ٹوٹتا۔ ان کا اشہب فکر اور معنیٰ خیز قلم بیک وقت پورے مضامین کا احاطہ کئے ہوتا ہے۔ فنی نظم ونسق کا یہ اہتمام اردو شارحین میں بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ فنی تناسق کا تعلق بلاغت بیان اور عبارت کی تالیف وترکیب سے ہے۔ یہ مصنف کا خاص کمال اور اس کی تدریسی وقلمی مہارت ہے کہ وہ متعلق بالبحث اور مناسب الفاظ کو منتخب کر کے ان کو ایک خاص طریقے سے مرتب کرے جس کے ذریعہ وہ کلام انتہائے فصاحت کو پہنچ جائے۔ محققین بلاغت نے جن بلاغی رموز ونکات سے آگاہی فرمائی ہے ان سے زبان وادب کے غایات ومقاصد کا معنوی تسلسل، منطقع نہیں ہوتا۔ اور ان سے عبارت کا داخلی حسن اور صوتی ہم آہنگی اپنی پوری جولانی کے ساتھ نکھر کر سامنے آتی ہے۔ یاد رہے کہ الفاظ وعبارت کا اپنا ایک ظل وعکس ہوتا ہے۔ حالات وواقعات کی کی منظر کشی کے علاوہ بھی عربی بلاغت کے بہت سارے آفاق ہیں اور جب تک ان کی بادیہ پیمائی نہ کی جائے فنی ولغوی اعتبار سے زبان وادب کی قدر وقیمت کا اندازہ ایک مشکل ترین امر ہے۔ بشیرالناجیہ اور بشیرالکامل کی ہر ہر سطر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صدرالعلماء نے اپنے تمام تر لوازمات ہنر اور کمال فن کے ساتھ تعبیر وبیان کے جملہ محاسن اور اسلوب سخن کے ہر آفاق کا احاطہ کیا ہے۔

اسلام کی پہلی اور دوسری صدی کا ثلث حصہ فسلفیانہ ترقی کے اسباب مہیا کرنے میں گزرا۔ یہاں تک کہ عباسیوں کا پہلا دور شروع ہوا۔ اسی دور میں علوم قرآن وحدیث پر بھی گراں قدر اور تاریخ ساز کام ہوئے۔ اور اس موضوع پر مضامین وکتب کی تدوین وترتیب کا کام تقریباً ایک صدی تک جاری رہا۔۱۳۲ھ۲۳۲ھ اس عہد زریں میں اسلامی سلطنت تمدنی، معاشی اور سیاسی اعتبار سے انتہائی عروج کو پہنچ چکی تھی۔ اسی صدی میں اور بھی دیگر اسلامی علوم وفنون نے نشوونما پائی۔ اسی زمانے میں دوسری زبانوں سے مختلف علوم عربی زبان وادب میں منتقل کئے گئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جہاں بغداد، سمرقند وبخارا کی دانش گاہوں میں علماء، اطباء، ادباء اور شعراء اپنے میدان فکر وفن میں پوری دنیا کی رہنمائی کر رہے تھے۔ جبکہ اس زمانے میں (یعنی ساتویں صدی عیسوی کے اواخر اور آٹھویں صدی عیسوی کے ابتداء میں) یورپ میں جہالت وبربریت ہر طرف چھائی ہوئی تھی، حتیٰ کہ خود یورپ کے مورخین اس عصر کو اور اس سے قبل کے زمانے کو قرون مظلمہ (The Dark Ages) سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسلام کا یہ دور بیداریٔ عمل کا دور تھا، اس کے پیہم اثرات صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھے، بلکہ اس نے تمام مشرق پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے، اس نے اقطار عالم کے ارباب فضل وکمال سے اپنی عظمت کا لوہا منوایا۔ اس نے صدیوں کے جمود توڑے اور انسانی رگ وپے میں ایک تازہ روح پھونک دی۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی کا زمانہ بھی برصغیر ہند میں علمی، تحقیقی اور سیاسی جدوجہد کے حوالے سے مسلمانوں کا تاریخ ساز زمانہ رہا ہے۔ علامہ فضل امام خیرآبادی، امام احمد رضا محدث بریلوی، علامہ فضل رسول بدایونی، علامہ حامد رضا خاں بریلوی، علامہ محمد نعیم الدین مرادآبادی، علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی، علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (قدست اسرارہم) یہ وہ عہد آفریں شخصیات ہیں جنہوں نے اپنی اعلیٰ ترین علمی صلاحیت، فکری بصیرت اور قائدانہ مہارت کے ذریعے اسلامیان ہند کو علم وعمل کی راہوں میں ایک نئی شناخت، نئی حیات اور نئی توانائی عطا فرمائی ہے۔ جن کے ایوان علم وفضل کی خداداد

تمکنت اور شوکت جاہ وجلال کے آگے کج کلاہان زمن کی گردنیں خمیدہ تھیں۔ جن کے انداز تدریس، فنی معقولیت، طرز کلام اور مملکت لوح وقلم کی شہنشہی نے بغداد وسمرقند کی دانشگاہوں میں ہلچل پیدا کردی تھی، جن کی ذہنی ذکاوت، تخلیقی کاوش اور مجاہدانہ کارناموں کے نتیجے میں وہ لعل وگوہر عالم وجود میں آئے جنہوں نے عرب وعجم کو روشن وتابناک کردیا۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوبصورت کڑی صدرالعلماء، امام النحو، حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی نوراللہ مرقدہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔ امتداد ازمنہ کے باوجود آج بھی ہندو پاک کی دینی درسگاہوں میں ان کا علمی استعمار موجود ہے۔ یہ آج بھی درسگاہوں کی زینت ہیں، یہ آج بھی ہماری درسگاہوں میں طلباء ومدرسین کو "بشیر الناجیہ اور بشیر الکامل" کے ذریعہ فن نحو کے اعلیٰ ترین مسائل کا حل پیش فرمارہے ہیں۔

مر کے کب ٹوٹا ہے یہ سلسلۂ قید حیات
فرق اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی

صدرالعلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی ۱۹۲۳ء میں اپنے چند رفقاء کے ہمراہ دارالخیر اجمیر مقدس کی عظیم درسگاہ دارالعلوم معینیہ حاضر ہوئے۔ جہاں مسلسل آٹھ سال تک امام الفقہاء صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت اور دیگر اساتذہ سے اکتساب علم وفن فرماتے رہے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ: "اجمیر شریف میں پہلے سالانہ امتحان پر درجۂ اوسط میں کامیابی حاصل ہوئی۔ پھر مسلسل آٹھ سال اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوتا رہا۔ ہر سال دارالعلوم کی طرف سے انعام میں کتابیں ملتی رہیں۔ دارالعلوم کا سالانہ امتحان اکثر تحریری ہوتا، جس سال ملاحسن کا امتحان تھا تو ممتحن صاحب نے تحریری جوابات پر اتنی تحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپیہ ماہانہ جاری کردیا (جو آج کل چار ہزار روپئے کے مساوی ہے) وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ شرکائے درس کے درمیان فقیر جیلانی کا تمغہ امتیاز تھا۔"

اجمیر مقدس میں صدرالعلماء نے جن اساتذہ سے باضابطہ اکتساب فیض کیا ان کے اسمائے گرامی تبرکاً یہاں درج کئے جاتے ہیں:

(۱) امام الفقہاء صدرالشریعہ مولانا الحاج حکیم محمد امجد علی صاحب قبلہ قادری رضوی اعظمی صاحب بہار شریعت (صدرالمدرسین)
(۲) رئیس المتقین والمحققین حضرت مولانا حکیم سید عبدالمجید صاحب۔
(۳) ممتاز المناطقہ جامع معقول حضرت مولانا عبدالحئ صاحب افغانی۔
(۴) رئیس العلماء حضرت مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی۔
(۵) حضرت الافاضل رئیس الفلاسفہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب افغانی۔
(۶) امام النحاۃ حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی۔
(۷) استاذ القراء حضرت قاری غلام نبی صاحب ٹونکی (قدست اسرارہم)

۱۳۵۱ھ میں جب حضور الشریعہ دارالعلوم معینیہ اجمیر مقدس سے مستعفی ہوکر، حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری رضوی قدس سرہٗ کی دعوت پر مرکز اہل سنت دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے منصب صدارت پر جلوہ بار ہوئے تو تقریباً چالیس طلباء ان کی ہم رکابی میں بریلی وارد ہوئے۔ ان طلباء میں صدرالعلماء بھی شامل تھے۔ یہاں رہ کر آپ نے حضرت صدرالشریعہ سے شرح چغمینی، محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ وجدیدہ کے ساتھ شرح تجرد اور امام رازی علیہ الرحمہ وعلامہ طوسی کی شروعات کے ساتھ اشارات کا درس لیا۔ ۱۳۵۲ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے سالانہ جلسے میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت محدث بریلوی کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے اکابر علماء کی موجودگی میں اپنے مبارک ہاتھوں سے سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازا۔ صدرالعلماء کے ہم درس ساتھیوں میں حضور حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارکپوری بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ، محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد لائلپوری، شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین جونپوری، مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی جیسی نابغۂ روزگار شخصیتیں ہیں۔

ہجوم کیوں ہے یہ زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرمغاں ہے مرد خلیق

☆☆☆

صدرالافاضل کی بارگاہ ناز کے فیض یافتہ امام النحو حضرت

عصر حاضر

# امام النحو کی دینی وملی خدمات

محمد ذوالفقار خان نعیمی کاشی پور

العلام سید غلام جیلانی بدایونی ثم میرٹھی کسی تعارف کے محتاج نہیں نہ یہاں آپ کا تعارف مقصود بلکہ یہاں تو آپ کی دینی وملی سرگرمیوں کا مختصر سا خاکہ قوم کے سامنے پیش کرنا مقصود ہے۔

**آل انڈیا سنی کانفرنس :۔** ۱۹۲۵ء میں حضور صدرالافاضل نے اسلام دشمن طاقتوں کی ریشہ دوانیوں سے اسلام اور مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد ڈالی جس میں ہندو پاک کے اکابر ومشاہیر علماء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس وقت چونکہ امام النحو مدرسہ معینیہ میں اپنی علمی تشنگی بجھانے میں مصروف تھے اس لئے سنی کانفرنس کے اس اجلاس میں آپ کی شرکت کے علاوہ کسی اور بات کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا، البتہ فراغت کے بعد مکمل طور پر سنی کانفرنس کی طرف آپ نے اپنی توجہ مرکوز فرمائی اور جابجا اس کے اجلاس میں شرکت فرما کر سنی کانفرنس کی کامیابی کے لئے سرتوڑ کوششیں فرمائیں راقم کو سنی کانفرنس میں امام النحو کی سرگرمیوں کا مکمل خاکہ تو دستیاب نہیں ہوا لیکن جو بھی ہوا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہ ہوگا کہ امام النحو نے بھی سنی کانفرنس کی کامیابی میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ ہم یہاں اختصار سے سنی کانفرنس میں آپ کی کارکردگی کا بیان قلم بند کرتے ہیں۔

۱۴،۱۵،۱۶،۱۷ ،ارجولائی ۱۹۴۵ء کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں سنی کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس ہوا جس میں امام النحو نے بھی شرکت فرمائی اس اجلاس میں حسب ذیل قراردادیں منظور ہوئیں۔

(۱) اہل سنت کی تنظیم سازی کر کے ان میں روابط ومحبت واتحاد پیدا کئے جائیں۔

(۲) دینی، علمی، اخلاقی اور ادبی ترقی کے لئے بھر پور کوشش کی جائے۔

(۳) صوبہ یوپی کے اضلاع اور مفصلات میں سنی کانفرنس کی شاخیں قائم کی جائیں۔

(۴) آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے ہونے والے اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے ہر طرح ممکنہ مساعی عمل میں لائی جائیں۔ (ہفت روزہ الفقیہ امرتسر ۲۱ تا ۲۸ جولای ۱۹۴۵ء بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص ۶۲)

ان مذکورہ تجاویز کو امام النحو نے جس انداز میں عملی جامہ پہنایا اس کے لئے درج ذیل شہادت ملاحظہ ہو ''ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں ۳؍مئی ۱۹۴۶ء کو ایک اجلاس میں امام النحو نے لوگوں کو سنی کانفرنس سے جوڑنے اور اسے کامیاب کرنے کے لئے عوام کے سامنے ایک بہترین پر مغز تقریر فرمائی جس میں آپ نے لوگوں کو اسلام کی حفاظت وحمایت کی طرف متوجہ فرمایا اور دین پر ثابت قدم رہنے پر مشتمل واقعات بیان فرمائے نیز سنی کانفرنس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لوگوں کو اسکی شاخیں قائم کرنے کی جانب متوجہ کیا، حاضرین پر آپ کی تقریر کا فوری اثر واقع ہوا لوگوں نے خوشی خوشی سنی کانفرنس میں شمولیت کو قبول کیا اور اسی مجلس میں منتخب ومعزز افراد پر مشتمل ایک مجلس منتظمہ کا انتخاب ہوا، جس کا سہرا یقیناً امام النحو کے سر ہی جاتا ہے۔ (تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۱۵۲)

مزید برآں کہ سنی کانفرنس کے مرکزی اجلاس منعقدہ ۱۹۴۶ء سے قبل قیام پاکستان ومسلم لیگ کی حمایت میں علماء اہلسنت کی جانب سے درج ذیل ایک اہم تاریخی فتویٰ جاری کیا گیا جس پر امام النحو کی تصدیق بھی موجود ہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء ومشائخ کا متفقہ فیصلہ

آل انڈیا سنی کانفرنس، مسلم لیگ کے اس طریقہ عمل کی تائید کرسکتی

ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش۔اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین وممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں۔ووٹ دے سکتے ہیں مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے"(اشتہار کا عکس بحوالہ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس،ص ۳۴۸)

**جدید نصاب تعلیم اور امام النحو:۔۱۹۷۸ء** میں کچھوچھہ کی سرزمین سے جدید نصاب تعلیم کی بحث کا آغاز کیا گیا جس کا سبب، ماہنامہ المیز ان کے تعلیمی کنونشن نمبر میں رسالہ ہٰذا کے ایڈیٹر سید محمد جیلانی محامد کچھوچھوی کے قلم سے ملاحظہ ہو"ایک جامع نصاب تعلیم ہو جسے تمام مدارس میں رائج کیا جائے اور جس کی منظوری وتسلیمی سرکاری سطح پر کرائی جائے تاکہ یونیورسٹیز کے مساوی ہمارے طلباء کا معیار تعلیم قرار پائے اور سرکاری ونیم سرکاری آسامیوں کے لئے بیرون ممالک حصول علم کے لئے اور درون ممالک باوقار وفیض رساں دینی تعلیم کی جاندار تحریک کے استحکام کے لئے حکومتی وعوامی سطح پر فضا ہموار ہو سکے۔"(المیز ان بمبئی دسمبر ۱۹۷۸ء،ص ۹)

چنانچہ ۷/ جنوری ۱۹۷۸ء بروز دوشنبہ کچھوچھہ شریف میں علماء ومشائخ کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت سید مختار اشرف علیہ الرحمہ نے فرمائی۔امام النحو کو بھی اس میٹنگ میں مدعو کیا گیا آپ بھی تشریف لائے، گفت وشنید کے بعد جدید نصاب تعلیم کی ترتیب وتدوین سے متعلق ایک بااختیار بورڈ کی تشکیل ہوئی جس کے لئے حضرت سید مدنی میاں قبلہ کو چیئرمین منتخب کیا گیا اور امام النحو اور ان کے علاوہ علماء کو اراکین میں شامل کیا گیا البتہ اراکین میں امام النحو کو سرفہرست رکھا گیا۔(تفصیل کے ملاحظہ ہو المیز ان بمبئی دسمبر ۱۹۷۸ء،ص ۲۴ تا ۳۰)

علاوہ ازیں ۱۹۴۷ء میں جب یوپی اسمبلی کے بعض کانگریسی اراکین نے عربی مدارس کے قدیم نصاب میں دخل اندازی کی تو سنبھل میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا جس کی صدارت صدر الافاضل کی بارگاہ کے فیض یافتہ اجمل العلماء علیہ الرحمہ نے فرمائی اس اجلاس میں حسب ذیل تجویز پاس ہوئی "قدیم نصاب میں دخل اندازی کئے بغیر اگر علماء اہل سنت کچھ اضافہ کرنا چاہیں تو ان کو اختیار ہے، جلسہ میں نصاب تعلیم میں اضافہ سے متعلق جن علماء کا انتخاب ہوا ان میں امام النحو کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔(دبدبہ سکندری ۳۰/ اپریل ۱۹۴۷ء، بحوالہ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس،ص ۱۸۸)

**مظہر اسلام بریلی اور امام النحو:۔** بریلی کا مشہور ادارہ دارالعلوم مظہر اسلام، اپنی ذاتی عمارت کے نہ ہونے کے سبب بریلی شریف ہی کی ایک مشہور مسجد بی بی جی صاحبہ میں قائم کرلیا گیا تھا لیکن جنوری ۱۹۶۵ء میں حضور مفتی اعظم، وغیرہ علماء کی انتھک جدوجہد کی بنیاد پر دارالعلوم کیلئے ایک عظیم عمارت کا انتظام ہو گیا اور اس عمارت میں دارالعلوم کی منتقلی سے قبل علماء وذمہ داران اہلسنت کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں امام النحو کو مجلس منتظمہ کا صدر منتخب کیا گیا۔(نوری کرن بریلی مئی ۱۹۶۵ھ،ص ۳۵)

یہ امام النحو کی دینی وملی سرگرمیوں کی ایک ادنیٰ سی جھلک تھی جسے راقم نے بعجلت سپرد قرطاس کیا ہے اگر موقع ملا تو انشاء اللہ امام النحو کی دینی وملی کارناموں کی تفصیلی روداد ہدیہ قارئین کروں گا۔

☆☆☆

احقر جون ۱۹۶۰ء میں کراچی سے اپنے استاذ محترم شیخ التفسیر

**تأثر نگاری**

# صدر العلماء ایک تأثر

**حضرت علامہ مفتی جمیل احمد صاحب نعیمی**
سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہلسنت (کراچی، پاکستان)

والحدیث تاج العلماء، سراج الفقہا، عمدۃ لاتقیاء، زبدۃ الاصفیاء علامہ مفتی محمد عمر صاحب نعیمی اشرفی محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ اوراپنے سسر حضرت علامہ حافظ محمد مسعوداحمد خان صاحب چشتی صابری نعیمی علیہ الرحمۃ جو کہ سجادہ نشین تھے حضرت قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین مولانا شاہ محمد کرامت اللہ خاں صاحب چشتی صابری دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے،ان کے علاوہ صاحبزادہ حافظ محمد ازہر نعیمی زیدمجدہ بھی تھے،دنیائے اہل سنت کی قابل فخر مایہ ناز عظیم درسگاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے پچاس سالہ جشن تشکیل (گولڈن جوبلی) میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ الحمد للّٰہ علی احسانہ، احقر اس تقریب سعید کی شمولیت پر جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرے وہ کم ہے، کیوں کہ احقر آج اس مادر علمی میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کررہاہے کہ جس کی دید کا برسوں سے انتظار تھا۔

جس کے بانی روح رواں اور صدر نشیں راس المفسرین رئیس المحدثین، امام المناظرین، تاج المتکلمین، الحافظ القاری حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین صاحب قادری اشرفی رضوی علیہ الرحمۃ ہیں، ایسی شخصیت کو اصحاب علم وفضل اور ارباب فکر ونظر صدرالافاضل، فخرالاماثل کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کیا کرتے ہیں۔ بقول فاضل جلیل عالم نبیل شیخ التفسیر والحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف صاحب قادری رضوی برکاتی دامت برکاتہم العالیہ جو خود بھی ماشاء اللہ ذی علم ہونے کے ساتھ کتب کثیرہ وجلیلہ کے مصنف ومترجم ہیں، فرماتے ہیں: صدرالافاضل علیہ الرحمۃ نہ صرف علوم عربیہ اورفنون ادبیہ کے بہت بڑے فاضل ہیں۔ بلکہ اپنے وقت میں اہل سنت کے عظیم سیاسی قائداعظم بھی ہیں جن کے دسترخوان علم وفضل سے بیشمار علماء کرام مشائخ عظام خوشہ چیں رہے ہیں، اورجن کے فیضان نظرواکتساب فیض سے کثیر تعداد میں فیوض وبرکات حاصل کرنے والے آسمان علم وفضل کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے، اس عظیم ادارے (جامعہ نعیمیہ) کی عظمتوں اور رفعتوں کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضور اکرم ﷺ کی نظرکرم، نیز صدرالافاضل اور تاج العلماء علیہ الرحمہ کی مساعی جلیلہ وجمیلہ کا ثمرہ تھا کہ احقر نے اس عظیم ادارے کے جشن پچاس سالہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

آئے خزاں نہ گلشن باغ نعیم میں
ہر شاخ اے کریم ہری کی ہری رہے

احقر کراچی سے براستہ لاہور اور دہلی سے مرادآباد پہنچا تو ایک حسین وجمیل روح پرور اور کیف آور منظر پایا، زبان سے بے اختیار نکلا سبحان اللہ وبحمدہ اس پچاس سالہ جشن کی تیاریاں اپنے عروج اور شباب پر تھیں، ان حسین وجمیل منور ومعطر مناظر کو دیکھ کر آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا، ہر جانب علماء کرام مشائخ عظام کے باعظمت اور پرنور چہرے رشک شمس وقمر بنے ہوئے تھے، اور ان نفوس قدسیہ میں جلال وجمال کا حسین امتزاج نظر آرہا تھا، یہ وہ جاں فزا، ایمان افزا، اور روح پرور موقع تھا کہ جس کو احقر اپنی زندگی میں کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا بلکہ جس کے نقوش آج بھی قلب وذہن پر مرتسم ہیں۔

وہ صورتیں الٰہی کس ملک کی بستیاں ہیں
اب جن کو دیکھنے کو انکھیاں ترستیاں ہیں

یہ وہ پاک باز اور فرشتہ صفت نفوس ہیں کہ جن کے علم وفضل، زہدوتقویٰ، فکرونظر اور امانت ودیانت پر فرشتے بھی نازاں ہیں۔

(۱) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں ابوالمحامد علامہ سید شاہ محمد محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف۔

(۲) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں سراپا علم وفضل امام منطق وفلسفہ مناظر اسلام جنید وقت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب مجاہد ملت اڑیسوی۔

(۳) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں امام المناظرین غیظ الوہابین شیر بیشۂ

اہلسنت ابوالفتح علامہ محمد حشمت علی خان صاحب لکھنوی۔

(۴) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں صدرالعلماء امام نحو ومنطق علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی۔

(۵) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں ماہر علوم عربیہ وفنون ادبیہ علامہ نظام الدین صاحب الٰہ آبادی۔

(۶) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں مایۂ نازادیب، شعلہ نواخطیب، لائق مصنف، قاطع وہابیت ونجدیت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی رضوی۔

(۷) یہ کون ہیں؟ یہ فاضل مدرس ومناظر رئیس التحریر علامہ ارشدالقادری صاحب۔

(۸) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں حافظ وقاری علامہ مسعوداحمد صاحب چشتی صابری سجادہ نشین الشاہ محمد کرامت اللہ خاں صاحب دہلوی۔

(۹) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں علامہ شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد حبیب اللہ صاحب نعیمی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ۔

(۱۰) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں فاضل جلیل عالم نبیل مناظر ومصنف علامہ اجمل شاہ صاحب نعیمی رضوی سنبھلی۔

(۱۱) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں ماہر درس نظامی مناظر ومفکر شیخ التفسیر والحدیث علامہ محمد آل حسن نعیمی سنبھلی۔

(۱۲) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں سراپا علم وفضل اور اخلاق واخلاص مولانا محمد یونس صاحب نعیمی سنبھلی مرادآبادی۔

(۱۳) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں فرزندار جمند صدرالافاضل مولانا سید ظفرالدین صاحب نعیمی۔

(۱۴) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں فر زندار جمند فخرالاماثل مولانا سید اختصاص الدین نعیمی۔

(۱۵) یہ کون ہیں؟ یہ ہیں بطل جلیل، عالم نبیل مشہور ومعروف سیاستداں خاندان اشرفیہ کے چشم وچراغ حضرت مولانا سید مظفرحسین شاہ صاحب کچھوچھوی۔

احقر کن کن حضرات کے سلسلے میں عرض کرے یہ ان بیشمار شخصیتوں میں سے جن کی زیارت کا شرف تینتالیس سال پہلے جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے پچاس سالہ جشن تشکیل کے موقع پر حاصل ہوا، آنے والی نسلوں کے لئے صفحہ قرطاس پر احقر نے محفوظ ومنتقل کردیا آج جس شخصیت کا کچھ مختصر تذکرہ نوک قلم سے صفحہ وقرطاس پر منتقل کرنے کی احقر سعادت حاصل کررہاہے۔ وہ ہیں امام النحو والصرف رئیس المنطق والفلسفہ شیخ التفسیر والحدیث فاضل علوم عربیہ ماہر فنون ادبیہ صدرالعلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ، احقر کے کرم فرما سراپا خلوص ومحبت پیکر اخلاق ومروت عمدۃ الاحباء حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش صاحب قصوری نوری اشرفی زید مجدہ کا ارشادگرامی تھا کہ حضرت علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ پر کچھ اپنے تاثرات پیش کریں، لہٰذا موصوف کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے یہ چندسطور حوالہ کررہاہے۔

احقر کو پہلی مرتبہ ۱۹۶۰ء مرادآباد میں پچاس سالہ جشن تشکیل کے موقع پر زیارت کا شرف حاصل ہوا اور دوسری مرتبہ پاکستان میں غالباً ۱۹۶۴ء میں خلیفہ اعلیٰ حضرت صوفی محمد حسین صاحب قادری رضوی علیہ الرحمۃ طلسمی پریس والوں کے وصال پر تشریف لائے ہوئے تھے۔

احقر کو زندگی میں انہیں دومرتبہ ملاقات کا شرف حاصل رہا۔ جن کا حسین وجمیل نقشہ کچھ یوں تھا بھرا ہوا جسم، خوبصورت کتابی چہرہ، بڑی نرگسی آنکھیں، کشادہ پیشانی، گھنی ریش مبارک، اجلا لباس، سراپا علم وفضل، پیکر شفقت ومحبت اور مجسمہ خلوص اخلاق تھے۔ صدرالعلماء علامہ سید غلام جیلانی صاحب اشرفی علیہ الرحمہ جن کو بے شمار علما وفضلا بالخصوص قائداہل سنت، امام انقلاب اور قائد ملت اسلامیہ الحافظ القاری الشاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم العالیہ کے استادمحترم ہونے کا شرف حاصل رہا، نیز یہ کہ موصوف کی ذہانت وفطانت اور ذکاوت کا سکہ اغیار نے بھی تسلیم کیا۔ آپ کے علم وفضل اور وفور علمی کا منہ بولتا ثبوت آپ کی کتب جلیلہ وجمیلہ ہیں، جن میں سرفہرست بشیرالقاری شرح بخاری (ناتمام) بشیرالناجیہ شرح کافیہ، بشیرالکامل شرح شرح مائۃ عامل، البشیر شرح نحومیر، مدنی تاجدار کے لیل ونہار، ودیگر علمی اور وقیع تصانیف ہیں، اور بیشک موصوف اس شعر کے مصداق تھے۔

مقدور ہوتو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

☆☆☆

مغربی یوپی کا ایک تاریخ ساز ضلع، ضلع بدایوں ہے اسکے پچھمی

# صدر العلماء اپنے اسلاف کا نمونہ

**مفتی محمد صغیر برکاتی**
مدرسہ جمال مصطفیٰ بلاسپور، رامپور

جانب ایک قصبہ پڑتا ہے۔ جو تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے اور حضرت غلام جیلانی میرٹھی کا اجدادی شہر بھی ہے اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو موجودہ قصبہ ایک تاریخ ساز شہر نظر آئیگا۔ کیونکہ یہ زمانۂ قدیم میں ہندو راجاؤں کا دار السلطنت بھی رہ چکا ہے پھر سلاطین اسلام کے دور میں مسلمانوں کے بڑے بڑے خاندان یہاں آکر بسے اور یہ ان کی بے تاج بادشاہت کا مرکز بھی رہا۔ جب ملک کے اکناف واطراف میں اس کی زرخیز مٹی اور پر تاثیر آب وہوا کا چرچا ہوا تو دور دور سے لوگ آکر یہاں آباد ہونے لگے یہاں جو آکر بس جاتا وہ واپس جانے کا نام نہ لیتا انہیں خاندانوں میں ایک خاندان سادات بنی فاطمہ کا تھا جو سکندر بن بہلول کے دور سلطنت ۸۹۷ھ میں بغرض ملازمت آکر آباد ہوا یہ لوگ بھی سہسوان کی آب وہوا اور ملی اُنسیت سے اتنے متاثر ہوئے کہ یہیں کے ہوکر رہ گئے۔

سہسوان اس وقت تقریباً ہر برادری کا مسکن تھا۔ اور بڑے بڑے اہل فن وحرفت اور علم وفن زہد وتقویٰ کے مخزن اس میں موجود تھے لیکن سادات بنی فاطمہ کے زہد وتقویٰ اور فضل وکمال کی تابندگی آفتاب نصف النہار کی طرح عیاں تھی کیونکہ اسی خاندان کا ایک فرد فرید تھا جسے عوام وخواص اپنے وقت کا امام نحو وصرف زبدۃ الواصلین حضرت علامہ سید سخاوت حسین سلیمانی سہسوانی کے اسم مہتم بالشان سے جانتے تھے یہی وہ ذات ہے جس نے اپنے وقت کے جید علماء کی بارگاہ میں زانوئے ادب طے کرکے علم فقہ واصول وفقہ اور نحو وصرف میں ایسا کمال حاصل کیا کہ مختصر وقت میں ہی اپنے آپکو مقتدر علماء کی صف میں شامل کرلیا۔ اور ان میں صف اول کے مدرس کی حیثیت سے جانے جانے لگے۔ آپ کا تدریسی سفر سہسوان ہی سے شروع ہوا اور مدرسہ مصباح التہذیب بریلی اور مدرسہ اہل سنت بریلی (جو علامہ نقی علی خاں صاحب والا اعلیٰ حضرت نے صرف آپ کیلئے قائم کیا تھا) سے ہوتا ہوا ریاست دادوں ضلع

علی گڑھ پر تقریباً ختم ہوا۔ آپ کی درسگاہ کی یہ منفرد شان تھی کہ سلسلۂ تدریس سفر وحضر میں یکساں جاری رہتا۔ اسی وجہ سے آپ کے تلامذہ میں جلیل القدر رفقہاء وعلماء پیدا ہوئے جن سے آج بھی اسلام اور خاص کر اہل سنت والجماعت کی شان نمایاں ہے۔ اگر آپ کی علمی لیاقت کا اندازہ لگانا ہو تو آپ کے صرف ایک شاگرد سید عبد الصمد مودودی چشتی سہسوانی ثم پھپھوندوی ہی کافی ہیں جو آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی بھی ہوتے ہیں اگر غور کیا جائے تو شاگرد ہی استاد کے تبحر علمی کی منہ بولتی تصویر ہوتی ہے۔

آپ نہایت شگفتہ مزاج اور اخلاق کا پیکر تھے اور حق گو انسان تھے۔ حق گو ہونے کی وجہ سے آپ بھی سن ۱۸۵۷ء کے غدر کا شکار ہوگئے کیونکہ سہسوان کو تباہی کا سامنا صرف اس وجہ سے کرنا پڑا تھا کہ یہاں کے بہت سے لوگ حکومت اودھ کے ملازم اور نوابی خاندان سے متعلق تھے اسکی سزا انگریزوں نے یہ دی کہ ان میں سے اکثر کو باغی قرار دے کر یا تو قتل کردیا یا پھر کالا پانی بھیج دیا جو بچے ان پر عرصہ حیات تنگ کردیا اور ان کی جائیدادوں کو غصب کرکے گھر سے بے گھر کردیا اور در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کردیا آپ کی بھی جائیداد چھین لی گئی جس کی وجہ سے تنگی کا شکار ہوگئے۔ لیکن آپ کے پائے استقامت میں جنبش تک نہ آئی اور اشاعت دین میں ہمہ تن مصروف رہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب رو اور خوب سیرت ایسے دو بیٹے عطا فرمائے جنہوں نے آپ کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے آپکے نقش قدم پر چل کر اسلام کی خاص کر مذہب اہل سنت والجماعت کی ایسی آبیاری کی کہ رہتی دنیا تک لوگ بھلا نہ پائیں گے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے سید غلام فخر الدین علیہ الرحمۃ والرضوان بھی بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے اور چھوٹے صاحبزادے سید غلام قطب الدین برہمچاری تو ان حضرات میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے ہزاروں غیر مسلموں کے قلوب

کونورِایمانی سے روشن کردیا اور بے شمار مرتدوں کو ارتداد کے عمیق گڑھے سے نکال کر اسلام کا سپاہی بنادیا۔

حضرت صدرالعلماء کے والد حضرت سید غلام فخرالدین کو نواب احمد سعید، جوریاست دادوں کے نواب ہوا کرتے تھے اور آپ کے والد سید سخاوت حسین کے شاگرد تھے۔ استاد زادہ ہونے کی وجہ سے دادوں ضلع علی گڑھ لے آئے اور آپ کو ۳۰ بیگھہ زمین ہدیۂ پیش کرکے اپنی ریاست کا قاضی اور جامع مسجد کا خطیب وامام مقرر کردیا۔ لہٰذا آپ یہیں کے مقیم ہوگئے۔

آپکے یہاں پے در پے چار لڑکیاں تولد ہوئیں پھر حضور غوثِ پاک کی گیارہویں کے موقع پر آپ نے بیٹے کی منت مان لی اور ارادہ کرلیا کہ اگر لڑکا ہوتا ہے تو خوب بھاری گیارہویں کروں گا۔ کچھ دن کے بعد کسی بزرگ نے آپ کو بیٹے کی بشارت دی اور گیارہویں والے کی نسبت سے ۱۱/رمضان المبارک مطابق ۲۳/دسمبر ۱۹۰۱ء بروز دوشنبہ کو آپ کے یہاں نہایت وجیہہ وشکیل حسین وجمیل بچہ تولد ہوا جس کا نام غوثِ اعظم نسبت سے غلام جیلانی رکھا گیا جو آگے چل کر دادوں کی سرزمین پر صدرالعلماء اور امام النحو کے القابات سے حلقۂ اہل سنت میں متعارف ہوا۔

یہی صدرالعلماء میری تحریر کا محور ہیں۔

سید غلام جیلانی جب چار سال چار ماہ کے ہوگئے تو حسب دستور بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی اور مقامی مکتب میں داخل کرادیا گیا جہاں سے آپ نے درجہ چار تک تعلیم حاصل کی بعد ازاں آپ کو آپ کے چچا قطب الدین برہمچاری نے عربی یونیورسٹی جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد میں داخل کرادیا۔ اس وقت حضور صدرالافاضل کی درسگاہ کا چرچا ملک کے طول وعرض میں پھیلا ہوا تھا جامعہ نعیمیہ کو علمی اعتبار سے مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ آپ نے یہاں کڑی محنت کرکے شرح جامی تک تعلیم حاصل کی اساتذہ کی لگن اور دلچسپی وشفقت کے طفیل علم ونحو وصرف میں آپکو خاصہ عبور حاصل ہوگیا خاص صدرالافاضل کی خدمت کرنا کام آگئی آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میں حضور صدرالافاضل کے پیر دباتا ہوتا تو آپ مجھ سے ادق سوالات کرکے انکا حل تلاش کرنے پر ابھارتے جس کی وجہ سے کتب بینی کا شوق بڑھ گیا اور مطالعہ وسیع ہوگیا۔

یہ وہ دور تھا جب مذہب اہلسنت والجماعت چہار جانب سے معاندین ومخالفین کی یلغار کا شکار تھا اور مذہب اہل سنت کے پیروکاروں کا کوئی سیاسی پلیٹ فارم نہ تھا (جیسا کہ دورِ حاضر میں) صرف صدرالافاضل کی ذات ہی تھی جو ہر مخالف ہوا کے سامنے سینہ سپر نظر آتی۔ جب آگرہ کے راجپوتوں کے اندر فتنۂ ارتداد کا طوفان برپا ہوا تو اس کی روک تھام اور فتنہ کوبی کیلئے جماعت رضائے مصطفیٰ کو چنا گیا۔ اس جماعت نے وہاں پہنچ کر اپنا دفتر قائم کیا جس کی نظامت علامہ قاضی احسان الحق نعیمی نے کی اور جس کی سرپرستی اور استحکام کیلئے کبھی صدرالافاضل کبھی اجمل العلماء اور کبھی جامعہ نعیمیہ کے دیگر اساتذہ ۱۵۔۱۵ دن کیلئے تشریف لے جاتے کبھی یہ دورہ پندرہ دن سے زائد بھی ہوجاتا جس کی وجہ سے اسباق میں ناغہ ہونے لگا۔ صدرالعلماء کے ذوق تعلیم کو یہ برداشت نہ ہوا اور آپ ۱۹۲۳ء میں مع چھ ساتھیوں کے جامعہ نعیمیہ سے دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف پہنچ گئے۔ جہاں خلیفۂ حضور اعلیٰ حضرت فقیہ عصر صدرالشریعہ حضرت علامہ محمد امجد علی علیہ الرحمۃ کا آفتاب علم نصف النہار پر تھا۔ شرح جامی سے آگے صدرالشریعہ کی بارگاہ میں تعلیمی ذوق کو پروان چڑھایا۔ اگرچہ یہاں آپ کو آپ کے ساتھیوں کو پریشانیوں اور بھوک وافلاس سے دوچار ہونا پڑا لیکن آپ نے حصولِ علم کی راہ میں حائل ہونے والی پریشانیوں کو اسلاف کی سنت سمجھ کر خنداں پیشانی سے برداشت کرلیا اور کوئی چیز راہ کا روڑا نہ بن سکی۔

آپ نحو وصرف وغیرہ علوم دینیہ میں تو جامعہ نعیمیہ میں ہی اپنے مشفق اساتذہ کے ذریعے عبور حاصل کرچکے تھے لیکن صدرالشریعہ، علامہ سید عبدالمجید، علامہ عبدالحی افغانی، علامہ برکات احمد ٹونکی، علامہ عبداللہ افغانی جیسے ماہر درسیات کی شفقتوں نے علوم میں مہارت تامہ کا حامل کردیا۔ آپ نے اپنے اساتذہ کی خدمت کرکے ان کے دلوں کو ایسا موہ لیا کہ بالاتفاق سب کے نورِ نظر بن گئے۔

۱۳۵۱ھ میں مدرسہ معینیہ کے ناظم اعلیٰ کے ناروا رویہ نے حضرت صدرالشریعہ کو دلبرداشتہ کردیا ادھر حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا صاحب کو معلوم ہوا کہ آپ صدرالشریعہ کو منظر اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی لہٰذا حضرت صدرالشریعہ آپ کی خواہش پر چالیس طلبہ کے ساتھ منظر اسلام بریلی شریف آگئے انہیں طلبہ میں حضرت صدرالعلماء میرٹھی بھی تھے یہاں آپ نے ۱۳۵۲ھ میں دارالعلوم منظر اسلام سے سند فراغت حاصل کی۔

اس طرح آپ نے تقریباً ۲۲/۲۱ سال حصول تعلیم میں

گذارے جن میں ۱۵سال کی مدت صرف علوم دینیہ میں گذری اور علم نحو پر کمال حاصل کر کے اپنے وقت کے امام النحو کہلائے۔

آپ نے تقریباً ۴۷ سال مختلف جگہوں پر تدریسی خدمات انجام دیں جن میں باضابطہ ابتداء تاج المدرس جائس ضلع رائے بریلی سے کی اور انتہا مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ شہر میرٹھ پر کی۔

اسی مدت میں دارالعلوم جامع عظمت نشان کرنال اور دارالعلوم احسن المدارس کانپور بھی شامل ہیں۔ جب احسن المدارس کانپور سے تعطیل کلاں میں اپنے وطن دادوں ضلع علی گڑھ آگئے تو اپنے مشفق استاد حضرت صدرالافاضل کی دیدار کا اشتیاق ہوا اورمرادآباد حضرت کی زیارت کیلئے حاضر ہوگئے ادھر صدرالافاضل کے پاس میرٹھ کے رئیس اعظم بھیا بشیرالدین صاحب کی درخواست ایک اچھے مدرس کیلئے آئی ہوئی تھی لہٰذا آپ نے بلاتاخیر صدرالعلماء کا انتخاب میرٹھ کیلئے کردیا اور آپ شوال میں بھیا بشیرالدین کے مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ میں پہنچ گئے رئیس اعظم میرٹھ نے حق میزبانی ادا کرتے ہوئے آپ کا اور آپ کے اہل خانہ کا آخری وقت ہر طرح سے خیال رکھا کسی حال میں خاندان رئیس اعظم نے ساتھ نہیں چھوڑا۔ شاید اسی مودت سے متاثر ہو کر حضرت صدرالعلماء نے اپنی اکثر تصانیف کا نام بشیرالدین سے منسوب کردیا پھر میرٹھ ایسا دل میں بسا کہ غلام جیلانی علی گڑھی سے غلام جیلانی میرٹھی ہوگئے۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں آپ ۴۳ سال مسند صدارت پر جلوہ افروز رہے اور وصال سے ۳،۴ دن پہلے تک درس حدیث دیتے رہے آپ ایک ماہر تعلیمات اور جامع الصفات مدرس ومربی تھے انداز تدریس سلیس ومعیاری اور پرتحقیق رہتا تھا۔ گویا آپ کو اپنے اساتذہ سے جیسا مادہ عطا ہوا تھا ویسا ہی آپ اپنے شاگردوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ علم نحو آپ کی توجہ کا خاص مرکز رہتا آپ کے پاس اگر دورۂ حدیث کا طالب علم بھی آتا تو آپ اس سے پہلے نحو کے مسائل پوچھتے کیونکہ آپ کا ماننا تھا کہ بغیر نحو کی جانکاری کے عربی ادب پر عبور حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے آپ امام النحو کے خطاب سے موسوم کئے گئے۔ آپ اپنے ہم عصروں میں منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ کیونکہ آپ نے تدریس وخطابت کے ساتھ ساتھ تصنیفی میدان میں بھی نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ بقول شخصے یہ تدریس، تقریر، تصنیف ہر ایک میں جمع نہیں ہوتیں۔

(۱) بشیرالقاری شرح بخاری (۲) بشیرالناجیہ شرح کافیہ (۳) البشیر الکامل شرح مأۃ عامل۔ (۴) البشیر شرح نحومیر (۵) نظام شریعت وغیرہ کتب آپ کے انداز تحریر شوق تحقیق وتدقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ نے ۱۹۲۲ء میں عرس رضوی کے مبارک موقع پر بریلی شریف میں حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کی اور ۱۹۳۳ء میں دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں دوران تعلیم اشرفی میاں ہی کے ہاتھوں سلاسل اربعہ میں اجازت وخلافت حاصل کی۔

آپ کثیر الاولاد شخصیات میں سے تھے کیونکہ آپ کی دوشادیاں ہوئیں تھیں۔ پہلی بیوی اکرام فاطمہ سے پانچ اولادیں۔ (۱) سید غلام سمنانی کلاں (۲) سیدہ شمیم فاطمہ (۳) سید سیدہ نسیم فاطمہ (۴) سید غلام سبحانی (۵) سید غلام سمنانی خورد۔ تولد ہوئیں۔

دوسری بیوی جو شہر سنبھل کی معروف شخصیت حضرت مولانا حامد حسن صاحب اشرفی (مرید وخلیفہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں) کی صاحبزادی کنیز فاطمہ سے ہوئی اس رشتہ کو استوار کرنے میں درمیانی واسطہ اجمل شاہ صاحب سنبھلی اور محدث اعظم ہند جیسی عظیم شخصیات کا رہا مفتی اجمل شاہ صاحب نے نکاح اور محدث اعظم ہند نے دعا کرائی۔ جن کے بطن سے آٹھ اولادیں ہوئیں۔ (۱) سید غلام ربانی (۲) سید غلام یزدانی (۳) سید محمد نورانی ا (۴) سیدہ انوار فاطمہ (۵) سیدہ انعام فاطمہ (۶) سیدہ اقرار فاطمہ (۷) سید محمد عرفان میاں (۸) سیدہ جمیل فاطمہ تولد ہوئیں۔ یعنی کل چار بیٹے اور چار بیٹیاں دوسری بیوی کے بطن سے تولد ہوئیں۔ آپ کے بقیہ بیٹے آپ کے مشن کو آج بھی آگے بڑھانے میں مشغول ہیں۔

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ بمطابق ۸ر مئی ۱۹۷۸ء بروز دوشنبہ بوقت ۴ بجکر ۱۰ منٹ پر علم کا یہ کوہ ہمالیہ اپنا تدریسی، تبلیغی اور تصنیفی سفر پورا کر کے فالج کے عارضہ میں اپنے شاگردوں، معتقدوں اور اہل خانہ کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کا راہی ہوگیا۔

☆☆☆

صدر العلماء امام النحو سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ

**فنِّ نحو**

# صدر العلماء بحیثیت امام النحو

**مفتی یونس علی مصباحی**
دار العلوم گلشن بغداد رامپور، یوپی

والرضوان اپنے وقت کے فاضل کبیر، محقق شہیر، فقیہ بے نظیر، مملکت علوم وفنون کے تاجدار، میدان فصاحت وبلاغت کے شہسوار، جملہ علوم متداولہ اور فنون مروجہ کے بحر زخار، بالخصوص علم نحو میں معاصرین سے ممتاز اور یگانۂ روزگار تھے، آپ نے حیات مستعار کا پوراوقت اسلامی علوم اور دین وسنیت کی ترویج اشاعت میں گزارا ،آپ درس وتدریس اور تعلیم تربیت کے ذردت کمال پر فائز تھے ،ہرفن پورے مالہ وماعلیہ کے ساتھ اس انداز سے پڑھاتے تھے کہ طلبہ کے ذہن سے تمام اشکالات وشبہات یک لخت دور ہوجاتے تھے۔ بخاری شریف آپ اس انداز میں پڑھاتے تھے کہ ایک ایک حدیث کا درس ہفتہ ہفتہ بھر بلکہ دس دس دن جاری رہتا تھا، کیونکہ آپ پر ہر جہت سے گفتگو فرماتے تھے، کسی روز صرف نحو پر تو کسی روز تصوف پر، کسی دن بلاغت پر، تو کسی دن فقہی مسائل پر، کسی روز اس حدیث سے مذہب اہل سنت کے اثبات واحقاق پر تو کسی روز اس حدیث شریف سے متعلق بد مذہبوں کی تقریر کے رد پر بھر پور گفتگو فرماتے تھے، غرضکہ آپ ہرفن بڑی تفصیل وتحقیق سے پڑھاتے تھے مگر علم نحو میں دوسرے علم کے بالمقابل زیادہ دلچسپی اور محنت صرف فرماتے تھے، اور اس کی صحیح تعلیم پر بہت زور دیتے تھے، اسکا ایک سبب تو یہ تھا کہ بغیر اسکے عربی کلام کا صحیح معنی سمجھنا دشوار ہے کیونکہ مثل مشہور ہے **النحو فی الکلام کملح فی الطعام** ،علم نحو کلام میں کھانے میں نمک کے مثل ہے اگر کھانے میں نمک نہ شامل کیا جائے تو کھانا بے مزہ ہوتا ہے، اسی طرح اگر کلام عربی میں نحو کی رعایت نہ کی جائے تو معنی مراد کی ادائیگی میں کافی ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات معنی کلام مراد ومقصود کے برعکس ہوجاتا ہے، جیسا کہ جاحظ نے البیان والتبیین میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے کسی اعرابی سے کہا، **کیف اهلک**، مراد یہ تھی کہ تمہارے اہل وعیال کیسے ہیں وہ سائل کی مراد نہ سمجھ سکا بلکہ وہی سمجھا جو اس جملہ کا مفہوم ہے، یعنی میں کیسے مروں، چناچہ اس نے جواب دیا صلباً۔

اور علم نحو پر صدر العلماء کے زیادہ زور دینے کا دوسرا اہم سبب یہ تھا کہ کتاب اور احادیث رسول ﷺ کا سمجھنا اس کے بغیر نہایت مشکل ہے، اس لئے آپ نے اس فن پر بھر پور توجہ دی، عرق ریزی وجانفشانی سے اسے حاصل کیا اور پھر اس کی تدریس میں پوری محنت صرف فرمائی یہاں تک آپ امام النحو کے معزز وبھاری بھرکم لقب سے سرفراز ہوئے اور اسمیں کوئی مبالغہ یا غلو نہیں بلکہ یہ ایک زندہ حقیقت اور صورت واقعہ ہے کہ آپ امام النحو ہیں، اس کے ثبوت کے لیے مندرجہ ذیل شہادت کافی ہے۔

حضرت علامہ سید رکن الدین اصدقی مصباحی فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت (علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب) نے میرے ہم درس مولانا محمد عبیدالرحمٰن پورنوی کے سوال کا جواب نہیں دیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا عبیدالرحمٰن نے بشیر الکامل سے ایک ایسا قاعدہ ڈھونڈ نکالا جو شرح جامی سے ٹکراؤ پیدا کرتا تھا انہوں نے اسے حضرت کی خدمت میں پیش کیا آپ نے دیکھنے کے بعد فرمایا کہ شرح جامی نحو کی ایک مسلم کتاب ہے مگر یہ تحریر بھی امام النحو کی ہے میری کیا مجال کہ راجح اور مرجح کا فیصلہ دوں تمہاری خوش نصیبی یہ ہے کہ صاحب کتاب باحیات ہیں براہ راست انہیں کی طرف رجوع کرو۔

مولانا عبیدالرحمٰن صاحب نے صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں تفصیل لکھ بھیجی حضرت صدر العلماء نے جواب میں ستر (۷۰) اقوال نقل فرمائے

اس کے بعد تحریر فرمایا کہ اگر چہ شرح جامی علم نحو کی ایک مسلم کتاب ہے مگر میری نظر میں ایک طرف نحویوں کے یہ ستر (۷۰) اقوال تھے اور دوسری طرف حضرت علامہ جامی اسلئے میں نے کثرت رائے کو ترجیح دی ہے اور آخری میں تحریر فرمایا کہ مجھے آں عزیز کا خط دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اب بھی اشرفیہ میں ایسے طلبہ موجود ہیں جن کی مسئلہ کی نزاکتوں پر نظر رہتی ہے۔ مولانا عبید الرحمٰن نے وہ جواب حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اپنی انگلی دانتوں تلے دبائی اور فرمایا میں نے جو کہا تھا سامنے آیا اسی لیے چھوٹوں کو اپنے بڑوں کی شان میں حرف زنی کرنے سے بچنا چاہیے، مجھے صدر العلماء کے لیے امام النحو کا خطاب اسی دن سمجھ میں آیا، یہاں یہ تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ میں ۷۰ء سے ۷۴ء تک رفیع گنج میں جامعہ اشرفیہ کی خدمت پر مامور تھا انہیں دنوں غازی آباد سے ایک مولوی صاحب آنکھ کے آپریشن کے لیے رفیع گنج آئے اور انہوں نے قیام کیا روزانہ مدرسہ اشرفیہ آیا کرتے تھے اور ہم لوگوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے شاید اس لیے کہ کچھ علمی گفتگو کا موقعہ ملتا تھا آدمی نہایت قابل تھے لیکن مسلکاً دیوبندی تھے ایک بار وہ کہنے لگے کہ میں میرٹھ میں لمبے عرصے تک رہا ہوں مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ میں، بریلوی جماعت کے ایک بہت بڑے عالم مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رہتے تھے میں ان کے پاس آیا جایا کرتا تھا میں یہ تو نہیں بتا سکتا کہ وہ میرے سلام کا جواب دیتے تھے یا نہیں مگر اتنا ضرور کہتے تھے آؤ مولوی صاحب بیٹھو ان کے پاس میں مشکل مسائل لیکر جاتا اور شافی جواب پاتا کئی بار تو ایسا ہوا کہ میں نے تلاش بسیار کے بعد مشکل ترین مسئلہ اخذ کیا اور اس یقین کے ساتھ ان کے پاس گیا کہ اس بار وہ ضرور کہیں گے کل آنا جواب دونگا مگر اللہ رے تبحر علمی میں نے سوال پورا کیا اور ایسا مبرہن جواب پایا کہ میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اس کے بعد میں سوال کرنے گریز کرنے سے لگا ایک بار خود ہی مسکرا کے پوچھا کیوں مولوی صاحب اب تم کوئی سوال نہیں کرتے ہو میں نے عرض کیا حضور کی زبان سے جو علمی نکات سننے کو ملتے ہیں میرے لیے وہی کافی ہیں۔

اسکے بعد غازی آبادی نے کہا برا ہو تعصب کا بخدا میں نے دیوبند سے میرٹھ تک ایسا عالم نہیں دیکھا ہزار کوشش کے باوجود میں ان کے علم کی تھاہ معلوم نہ کر سکا۔ یہ تھے صدر العلماء ہماری جماعت کے سرمایہ صد افتخار جنہیں ہم نے فراموش کر دیا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور دسمبر ۲۰۰۴ء

علاوہ ازیں آپ کی تصنیفات جیسے البشیر شرح نحو میر، البشیر الکامل، اور بشیر الناجیہ، آپ کے امام النحو ہونے پر شاہد عدل ہیں، یہ شروحات نحوی قواعد و مسائل کا گنجینہ اور تحقیقات غالیہ اور تدقیقات عالیہ کا خزینہ ہیں اور ان کی بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں دارالعلوم دیوبند کے درجۂ علیا کی مدرسین کی شروحات اور دیگر دیوبندی فضلاء کی شروحات کی اغلاط کی پول کھولی گئی ہے اور ان کے مبلغ علم کی خبر لی گئی ہے۔

صدر العلماء نے نحو میر کی دو دیوبندی شروحات کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کا نام ''المصباح المنیر'' ہے اور دوسری کا نام ''مہر منیر'' ہے، المصباح المنیر ایک سو چونسٹھ ۱۶۴ صفحات اور مہر منیر ایک سو باون ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ ان میں درج اغلاط کی تعداد دوسو ساٹھ ۲۶۰ ہے اس سے ناظرین با آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ فاضلان دیوبند خدمت علم وفن اور اشاعت دین و مذہب کے نام پر طلبہ کو گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں، صدر العلماء فرماتے ہیں کہ ان دونوں فاضلان دیوبند کا حال یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ پر افترا کرنا، نحویوں کی جانب نسبت ناروا مسائل کے بیان میں تضاد نہ نحو میر میں لکھا سمجھے نہ اپنا لکھا، کتابی مثالوں کے ترجمے غلط سلط، خود ساختہ مثالوں میں شطط بر شطط اصطلاحات پر وقوف ناتمام اور ترکیب میں خام درخام اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دوسو ساٹھ اغلاط میں سے کسی ایک غلطی کی نشاندہی اور اس پر صدر العلماء کا ریمارک درج کرایا جائے تا کہ قارئین و ناظرین ان فضلاء دیوبند کی تہی دامنی اور صدر العلماء کے تبحر علمی اور عبقریت کا اندازہ کر سکیں۔ علامات اسم کے مقام پر ''المصباح المنیر'' اور مہر منیر کے مصنفین سے چند غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، ان کی نشاندہی کرتے

ہوئے صدرالعلماء فرماتے ہیں اس مقام پر چند غلطیاں واقع ہوئی ہیں اول جو سب سے افحش افتح ہے یہ کہ المصباح المنیر ص ۲۷ میں (خاصہ) کی دو قسم (شاملہ) اور ''غیر شاملہ'' کرکے دوسری قسم (غیر شاملہ) کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا، اور ایک وہ جو تمام افراد میں نہ پائی جائے بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے جیسے بالفعل لکھنا کہ بہت سے لکھے پڑھے بھی بعض اوقات اس صفت سے متصف نہیں ہوتے ،، لیکن اس کے باوجود انسان کے سوا کسی اور نوع میں یہ خاصہ نہیں پایا جاسکتا ،، صدر صاحب کا اس پر تعقب ملاحظہ فرمائیں اقول اور قرآن کریم نے فرمایا کہ انسان کے سوا دوسری نوع میں یہ خاصہ پایا جاتا ہے سورۃ یونس شریف میں ہے ان رسلنا یکتبون ماتمکرون . بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر لکھ رہے ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ فرشتہ انسان کے سوا نوع ہے، تو قرآن کریم نے انسان کے سوا دوسری نوع میں بالفعل لکھنے کا اثبات فرمایا اور آپ اسکی نفی کرتے ہیں۔

پس آپ کے اس قول سے مذکورہ آیت کی تکذیب لازم آئی۔

دیوبندی دارالافتاء سے دریافت کیجئے کہ ایمان رہا یا گیا ، استغفراللہ العظیم لزوم تکذیب کی وجہ یہ ہیکہ آپ نے (کتابت) کو انسان کے لیے (خاصہ حقیقیہ) قرار دیا جس کے معنی ہیں وہ شئی کے کسی غیر میں نہ پایا جائے اور آپنے یہی کہا کہ (انسان کے سوا کسی اور نوع میں یہ خاصہ نہیں پایا جاسکتا) حالانکہ (کتابت) انسان کے لیے (خاصہ اضافی) ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ شئی کے بعض اغیار میں نہ پایا جائے اور بعض میں پایا جائے اور (کتابت) ایسی ہی ہے کہ انسان کے بعض اغیار میں نہیں پائی جاتی ہے جیسے شجر حجر اور بعض میں پائی جاتی ہے جیسے فرشتے اور جن۔ البشیر شرح نحو میر ص ۲۵

اسی طرح ایضاح العوامل شرح مائۃ عامل جو دارالعلوم کے دیوبند کے درجۂ علیا کے مدرس مولانا ظہور احمد کی تصنیف ہے یہ بھی اغلاط کی پوٹ ہے اس مقام پر اسکی ایک ایسی غلطی کی نشاندہی کی جارہی ہے جس سے لزوماً کفر ثابت ہوتا ہے، یہ دین وملت کی خدمت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اپنے آپ کو ہی مسلمان سمجھنے والے اور اسلام کا صحیح مبلغ اور سچا داعی کہنے والے فضلاء دیوبند نحوی کتابوں میں اپنے آپ کو کفر سے نہ بچاسکے۔ چنانچہ ص ۷ پر و جعل الجنة مثواہ کی ترکیب میں مولوی ظہور احمد دیوبندی فرماتے ہیں جعل فعل افعال قلوب سے۔ اس پر صدرالعلماء کی عالمانہ گرفت اور مؤمنانہ ریمارکس ملاحظہ فرمائیں۔

صدر صاحب فرماتے ہیں

اقول استغفرالله ثُمَّ استغفرالله . کبر کلمةتخرج مِنْ افواهم ۔سید عالم ﷺ نے ایسے ہی اشخاص کے حق میں فرمایا تھا۔ (ان العبد لیتکلم بالکلمةمِنْ سخط اللّٰه لَا یلقیٰ لَهَا بالاًیهویٰ بِهَا فِیْ نَارِ جهنّم) ترجمہ بیشک بندے کی زبان سے کبھی بے خیالی میں ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جس کے سبب وہ نار دوزخ میں پڑجائے۔ (بخاری) اس (جعل) کو افعال قلوب سے قرار دینا اسی قبیل سے ہے کیونکہ اس میں مستتر ضمیر فاعل کا مرجع اسم جلالت ہے اور جس (جعل) کو افعال قلوب سے شمار کرتے ہیں وہ بمعنی اعتقاد غیر مطابق آتا ہے چنانچہ رَضی شرح کافیه میں ہے وَیُستعمل عَدَّوَجَعَلَ لاعتقاد کون الشئی علیٰ صِفة اعتقاداًغیر مطابق فاذًا ولیتهمَا الاسمیه نصباً جز ئیها نحو کنت اعده فقیرا فبان غنیا وَقَالَ تَعَالیٰ وَجَعَلُوا لْمَلَائِکَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عَبَادالرَّحْمٰن ا نَاثااِی اعتقدوا فیهم الا نوثة اھ اور اعتقاد غیر مطابق صفتِ نقص ہے۔ اسی کو جہل مرکب کہتے ہیں اور (جعل الجنة مثواہ) جملہ دعائیہ۔ تو ان چاروں باتوں کے پیش نظر اسکا مفہوم جناب باری عزّ اسمہٗ کے حق میں صفت نقص کے حصول کی دعا ہوا جو شانِ الوہیت میں کھلی ہوئی بے ادبی ہے۔ اسی واسطے ہمنے کہا تھا کہ سُوءِ ادبی آپ کو کابراً عن کا برِ ترکہ میں پہونچی ہے۔ بلکہ یہ (جعل) افعال تصییر سے ہے جو متعدی بدو مفعول ہوتے ہیں۔ کَمَا فِی جمع الهوامع شرح جمع الجوامع للسِّیُوطی علیه الرحمة۔ (بقیہ صفحہ ۵۱ پر)

علوم وفنون اسلامیہ میں تاریخ سیر وسوانح کو بڑی اہمیت

## ماضی قریب کے فخر المتکلمین ، عمدۃ المحققین

# امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

**علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری**
جامعہ نظامیہ لاہور (پاکستان)

حاصل ہے۔ یہ ایک ایسا وسیع و عریض سمندر ہے جس کی غواصی ارباب علم و دانش اور صاحبان حکمت و فراست کرتے چلے آرہے ہیں، محققین و مفکرین و مورخین اور سیرت نگاروں نے اس سلسلہ کو ہر دور میں آگے بڑھانے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اپنی مساعی جمیلہ سے لاتعداد موضوعات و عنوانات پر اس نہج سے قلم چلایا کہ زمانہ ان کی بے پایاں علمی تحقیقی اور تاریخی خدمات پر خراج تحسین و محبت پیش کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔

رجال پران گنت کتب لکھی گئیں اور ہمیشہ لکھی جاتی رہیں گی۔ یہ ایسا عظیم اور پرکشش فن ہے جسے ہر صاحب علم دلچسپی رکھتا ہے۔ لیکن ہر ایک تاریخ نہیں لکھی جاتی۔ ہر ایک صفحۂ قرطاس کے لائق نہیں سمجھا جاتا۔ اور نہ ہی ہر ایک کے لئے تاریخ میں جگہ ہوتی ہے، مگر تاریخ اپنے اندر جنہیں محفوظ رکھتی ہے، زمانہ جنہیں دوام بخشتا ہے ان کی خاص بات ہوتی ہے۔ وہ اپنے کمالات اور خصائص و خصوصیات کے باعث قلم کی زینت بنتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں ہزاروں برس پہلے کے انسان کے احوال و آثار، اوصاف و کیفیات پر تفصیل سے آگاہی حاصل ہوسکتی ہے جسے ہم نے دیکھا تک نہیں۔ صرف صفحات تواریخ میں دیکھا پڑھا اور پھر اتنے متاثر ہوئے کہ جگہ جگہ اس کی باتیں، اس کی حکایتیں اور اس کے تذکرے، اس کی داستان اور اس کی کہانی آخر کیوں؟

اس کا سیدھا سا جواب ہے کہ کہ اہل علم و قلم نے اس کے کارناموں کو اجاگر کیا اس کے اعمال و افعال کی تشہیر ہوئی۔ اس کے علوم و فنون نے نہ صرف اسے ذاتی طور پر مقبولیت کا شرف بخشا بلکہ اس کے علمی کردار و خدمات اور اس کی روح پرور پرسوز آواز سے اتنا متاثر کیا کہ گم گشتگان راہ راست پر گامزن ہوئے، بیگانے یگانہ بنے اور آفاق نے اسے شہرت کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

ایسی نامور اور تاریخی شخصیات کی فہرست طویل ترین ہے۔ ماضی قریب میں ہماری ان گنت لاتعداد نابغۂ روزگار ہستیاں برِاعظم ایشیا پاک و ہند میں ظہور پذیر ہوئیں جنھوں نے بڑی عرق ریزی ،محنت اور جہد مسلسل سے اسلامی علوم و فنون ، شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کی آبیاری فرمائی کہ آج ان کے اسمائے گرامی آسمان شہرت پر پورح آب و تاب سے چمک رہے ہیں، مگر ان تمام فیض بار اور بابرکات محسنین کے احوالو کوائف، کمالات و حقائق کو اس مختصر سے مقالہ میں لانا ممکن نہیں۔ یہاں صرف اہل سنت و جماعت کی ایک نہایت ہی بلند مرتبت شخصیت ممدوح اکابر، مخدوم اصاغر، فخر ملت، فخر المتکلمین، عمدۃ المحققین ، منبع فیوض و برکات، فخر سادات، استاذ الاساتذہ، صدر المدرسین، سید العلماء، امام النحو ، حضرت علامہ الحاج سید غلام جیلانی، اشرفی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات معلیٰ صفات کی حیات مقدسہ کے چند پہلو نمایاں کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ حضرت کی روح پرفتوح کو اس طریقہ سے ایصال ثواب کیا جاسکے اور مستقبل کے مورخ کے لئے بتمامہ نہ سہی کچھ تو حالات پیش کردیئے جائیں تاکہ وہ اپنے قلم کو آپ کی حیات مبارکہ سے تر کرنے لگیں تو دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

### خاندانی پس منظر اور ولادت کی بشارت :

استاذ الاساتذہ صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۷ھ، ۱۹۰۰ء کو ریاست دادوں علی گڑھ (بھارت) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت علامہ مولانا سید غلام فخر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہے جب کہ آپ کے دادا جان کا نام نامی حضرت علامہ سید سخاوت حسین فخری سلیمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔

### بشارت عظمیٰ :

آپ کی ولادت باسعادت سے قبل آپ کی چار ہمشیرگان متولد ہوچکی تھیں۔ لیکن آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید غلام فخر الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں نرینہ اولاد کی خواہش بیدار

رہتی۔ فرزند دلبند کی آرزو نے کچھ ایسی محبت پیدا کررکھی تھی کہ انہوں نے محبوب سبحانی، شہباز لامکانی قطب ربانی حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کے نہایت تزک واحتشام سے انعقاد کی نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے فرزند ارجمند کی نعمت سے نواز دے تو بڑے وسیع پیمانہ پر گیارہویں شریف کی جائے گی حالانکہ پہلے بھی آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ ہر ماہ گیارہویں شریف کی تقریب بقاعدگی سے مناتے آرہے تھے۔

چنانچہ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمہ کی دلی آرزو کی تکمیل کا وقت قریب آرہا تھا کہ ایک شب خواب میں کسی بزرگ نے زیارت سے مشرف فرماتے ہوئے کہا ''سید صاحب'' اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا عطا فرمائے گا اس کا نام غلام جیلانی رکھنا۔ نہ جانے آپ کے والد ماجد اس ایمان افروز، روح پرور اور امید افزا حسین ترین خواب کی عملاً تعبیر کے لئے شب وروز کس بے تابی سے منتظر رہے ہوں گے کہ گیارہ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کو اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کی بشارت کو ''غلام جیلانی'' کی صورت میں پورا فرمادیا۔ جب کہ آپ کی ولادت باسعادت پر خاندان میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ اور پھر وہی نام رکھا جس کا خواب میں حکم ہوا تھا۔ نیز بڑی دھوم دھام سے گیارہویں شریف منا کر منت پوری کی گئی ''عجیب اتفاق کہ عین گیارہ تاریخ میں متولد ہوئے، گیارہویں کے ساتھ کتنی حسین اور پیاری مناسبت ہے جب کہ حضور غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ماہ رمضان المبارک میں ۴۷۰ھ کو پیدا ہوئے تھے: ''**ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم**''

امام النحو حضرت سید غلام جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ خود بھی زندگی بھر اس بشارت پر شاداں وفرحاں رہے بلکہ ان کی تو یہ دعا رہی ''فقیر کی یہ دلی تمنا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل میں اس ماہ مبارک (ماہ رمضان) میں وفات نصیب کرے۔

ایں دعا از بندہ آمین از ملک
پوزش از بغداد اجابت از فلک

**بجائے آیت کریمہ پنج گنج کا ختم شریف:**

چنانچہ آپ بیان فرماتے ہیں ایک مرتبہ محلّہ کسرول مراد آباد میں جناب منشی علی صاحب مرحوم پنشنر انسپکٹر پولس ریاست رام پور کے مکان پر بعد نماز عشاء مدرسے کے طلباء کے ساتھ آیت کریمہ کے ختم شریف میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی اور بجائے آیت کریمہ کے دن کا یہ سبق زبان پر باآواز بلند جاری ہوگیا کہ ''قال اصل میں قول تھا واؤ متحرک ماقبل اس کا مفتوح واؤ کو الف سے بدلا قال ہوگیا۔ پہلو میں دائیں بیٹھے طلباء مسکرا رہے تھے۔ اتنے میں انسپکٹر صاحب ٹہلتے ٹہلتے آئے۔ سن کر ٹھرے اور متعجب ہوکر بیدار کیا کہ آیت کریمہ کی بجائے پنج گنج کا ختم ہورہا ہے۔ پھر آپ آج کل کے سست وکاہل طلباء کی حالت پر یوں تبصرہ فرماتے ہوئے اپنی کیفیت پر شکر ادا کرتے نظر آتے ہیں۔

موجودہ دور میں حالت طلبہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دنیائے تحصیل کی کایا پلٹ گئی۔ مولیٰ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز پر بیکراں فضل فرمادیا تھا بلکہ حق یہ ہے کہ شکر ادا ہو ہی نہیں سکتا۔

من شکر چوں کنم کہ ہمہ نعمت توام
نعمت چوگونہ شکر کند برزبان خویش

آپ اپنے علمی ذوق اور حصول علم کی کیفیت انتہائی والہانہ انداز میں تحریر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فقیر روزانہ بعد نماز صبح حفاظ کی طرح کافیہ کا دور کیا کرتا تھا۔ ماہ رمضان المبارک کی تعطیلات میں مکان پہنچ کر باقی ماندہ کافیہ کی اس طرح تکمیل کی کہ دوپہر تک شرح جامی سامنے رکھ کر کافیہ کی عبارت کا ایک حصہ حل کرکے بعد نماز ظہر اس کو زبانی یاد کرلیتا اور بعد نماز فجر کافیہ لے کر دور کے لئے میل بھر مسافت تک جانا معمول میں داخل تھا۔

**حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ:**

امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی اشرفی قدس سرہٗ کو حضرت صدرالافاضل فخر الاماثل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ آپ جس انداز میں اپنے استاذ گرامی کا ذکر خیر کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

آپ فرماتے ہیں ''مجھے امام المفسرین، رئیس المناظرین، استاذ العلماء، حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ گلستاں، قدروی، قال اقول کے ابتدائی حصص آپ سے پڑھے۔ تلاش وجستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت میں پیدا ہوا۔ دوپہر کو بعد طعام جب قیلولہ فرماتے تو پائے مبارک دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی۔ اس وقت کسی پڑھے ہوئے مسئلہ

پر اعتراض کر کے فرماتے کہ جواب سوچو اور تلاش کر کے لاؤ۔

جواب تک فہم کی رسائی نہ ہوتی تو کتب متعلقہ کی چھان بین کرتا، کبھی جواب نہ ملتا تو اتا پتا بتا کر اشارہ فرماتے اس پر اگر ذہن کی رسائی ہوگئی تو فبہا اور نہ خود جواب فرما دیا کرتے تھے، اس طرح مشکلات کے استخراج کی استعداد پیدا ہوگئی اور عربی انشاء کی تمرین بھی آپ ہی نے کرائی تھی۔

**دورِ آخر کا امام النحو :**

مولانا علامہ مختار احمد صاحب رضوی مدظلہٗ کا خراج عقیدت:

چودہویں صدی کے علمائے نحو میں صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی متوفی ۱۳۹۸ھ کو خصوصی اہمیت وعظمت حاصل ہے۔ علم نحو میں آپ ایسی کامل بصیرت اور عظیم تبحر کے حامل تھے جس کی مثال ہندوستانی علماء میں بہت کم نظر آتی ہے۔ بجا طور پر آپ کو دور آخر کا امام النحو کہا جاسکتا ہے۔ (مقدمہ الغفار النحو یہ (نحوی پہیلیاں) مصنفہ مولانا محمد حنیف رضوی بریلوی (ص ۷۵)

**اجمیر شریف سے بریلی شریف آمد :**

اپنے رفقاء کے ہمراہ امام النحو ۱۹۲۳ء میں اجمیر شریف پہنچے جن کا مجمل ساذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے، اس سلسلہ میں آپ مزید رقم فرماتے ہیں کہ عموماً اساتذہ کی عادت ہے کہ اگر اثنائے درس میں کوئی طالب علم سوال کرے اور اس کا جواب ذہن میں نہ آئے تو زور بیاں سے مرعوب کر کے ساکت کر دیتے ہیں مگر ایسے مواقع پر استاذ المکرّم حضرت مولانا حافظ سید حامد حسین صاحب اجمیری مرحوم کی عادت تھی کہ دوسرے دن پر محوّل فرما دیتے اور پھر دوسرے دن سوال کا تشفی جواب بڑی تفصیل سے ارشاد فرمایا کرتے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس طریقہ پر عمل پیرا ہونے سے طلبا کی نگاہ میں عزت کرکری ہوجائے گی۔ حالانکہ یہ خیال غلط ہے عزت وذلت تو اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں جس کی شان ہے :**وتعزمن تشا وتزل من تشا** اس سے بڑھ کر ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔

پیریڈ خالی ہونے کی وجہ سے معین المدرسین حضرت مولانا غلام علی صاحب معینی مرحوم کے پاس بیٹھا تھا اور آپ خدام کے صاحبزادگان کو شرح جامی میں افعال ناقصہ کی بحث پڑھا رہے تھے پڑھاتے پڑھاتے رکے اور فرمایا ''جیلانی کو بلاؤ'' طلبی پر حاضر ہوا فرمایا اس عبارت کا مطلب کیا ہے ؟ میں سن کر پانی پانی ہوگیا اور عرض کی حضور آپ کے سامنے عرض کرسکتا ہوں۔ ذرا کرخت لہجے میں فرمایا بتاؤ، چونکہ اساتذہ میں ان کا رعب غالب تھا اور سارے طلبا آپ سے خائف رہتے تھے اس لئے چاونا چار کتاب لے کر دیکھی اور عرض کیا۔

سن کر تحسین کی اور فرمایا جاؤ! ناظرین یہ نہ سمجھیں میں اپنی فضیلت بیان کر رہا ہوں ''عیاذا باللہ عیاذا باللہ'' میں تو ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں، بتانا ہے کہ وہ ذات قدسی صفات سراپا ہدایت تھی کسی وقت بھی شائبہ نفس دامن گیر نہ ہوتا، ادبی قابلیت کا یہ عالم کہ حماسہ اور حریری وغیرہ کتب ادب کے لغات نوک زبان پر رہتے، دریافت کرنے پر مع حوالہ بیان فرماتے۔ متنبّی نے اس لفظ کو فلاں قافیہ میں بایں معنیٰ استعمال کیا ہے، اور حریری نے اس لفظ کے فلاں مقالے میں یہ معنیٰ مراد لئے ہیں۔

خالی وقت میں ستون سے ٹیک لگا کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے، مرض الموت میں عیادت کے لئے حاضری ہوتا تو قصیدہ بردہ شریف کا کوئی شعر پڑھ کر فرماتے اور اس کا مطلب کیا ہے؟ عرض کرنے پر فرماتے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے، چند معانی بیان فرماتے جو نہایت پر لطف اور ایمان افروز ہوتے وصال ہونے پر بفضلہٖ تعالیٰ خدمت غسل کا شرف اس فقیر (جیلانی) کو بھی حاصل ہوا۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

**تمغائے امتیاز :**

حضرت امام النحو علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اجمیر شریف میں پہلے سال سالانہ امتحان پر درجۂ اوسط میں کامیابی حاصل ہوئی۔ پھر مسلسل آٹھ سال اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوتا رہا ہر سال دار العلوم کی طرف سے انعام میں کتابیں ملتی تھیں۔ دار العلوم کا سالانہ امتحان تحریری ہوتا۔ جس سال ''ملا حسن'' کا امتحان تھا تو ممتحن صاحب نے تحریری جوابات پر اتنی تحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپیہ ماہانہ انعامی وظیفہ جاری کر دیا۔ (آج کل کے چار ہزار روپے) جو شرکائے درس کے درمیان فقیر جیلانی کے لئے تمغائے امتیاز تھا۔

اجمیر شریف میں حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن دیگر اساطین علوم وفنون سے اکتساب فیض کیا ان کے اسمائے گرامی تبرکا یہاں درج جاتے ہیں۔

امام الفقہا حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی صاحب اعظمی صاحب مصنف بہارِ شریعت راس المحققین حضرت مولانا حکیم

سیدعبدالمجید صاحب قدس سرہٗ۔

☆ممتاز المناطقہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب افغانی مرحوم

☆رئیس العلماء حضرت مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی مرحوم

☆راس الفلاسفہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب افغانی تلمیذ رشید استاذ الاساتذہ حضرت مولانا پردل صاحب مرحوم۔

☆امام النحاۃ حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی

☆استاذ القراء حضرت قاری غلام نبی صاحب ٹونکی مرحوم

۱۳۵۱ھ میں درگاہ شریف کے متولی اور دارالعلوم کے معتمد کے نامناسب رویہ سے دل برداشتہ ہو کر حضرت صدرالشریعہ نے استعفیٰ دے دیا اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ کی درخواست پر چالیس طلباء کو اپنی ہمرکابی میں لئے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف، تشریف لا کر مسند صدارت پر رونق افروز ہوگئے۔ ایک سال تک آپ کی خدمت اقدس میں رہ کر شرح چغمینی، محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ اور جدیدہ کے ساتھ شرح تجرید اور امام رازی علیہ الرحمۃ اور طوسی کی شروح کے ساتھ اشارات کا درس لیا۔ ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازا۔

**سعادت بیعت**: صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بیعت کے سلسلہ میں یوں رقم فرماتے ہیں:

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ملجای وماوی بیکساں، مرجع وملاذ کاملاں اشرف المشائخ سیدنا ومولانا الشاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی قدس سرہٗ القوی کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں بموقع عرس غالباً ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل ہوا اور دارالخیر اجمیر شریف میں بتاریخ ۱۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۵۰ھ میں خلافت سے نوازا گیا۔

خلافت نامہ کے ساتھ ایک کلاہ اور ایک متبرک مستعمل جبہ بھی عطا ہوا جس کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کر دی گئی ہے کہ میرے کفن میں شامل کریں، کیونکہ بزرگان دین کے ملبوسات شامل کفن کرنا مسنون ہے۔ (کما فی الارکان الابعۃ لبحر العلوم اللکھنوی قدس سرہٗ القوی)۔

سلاسل اربعہ مشہورہ کے ساتھ ساتھ سلسلۂ منوریہ کی بھی اجازت عطا ہوئی جس میں وسائط اقل قلیل ہیں فقیر (غلام جیلانی) سے حضور محبوب سبحانی حضور غوث اعظم سیدنا الشیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ النورانی تک صرف پانچ واسطے آتے ہیں۔ ارباب کشف نے حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ حسن صوری کے اعتبار سے اپنے جدامجد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم شبیہ تھے۔ اور حسن معنوی کے اعتبار سے اولیائے کرام میں محبوبیت کے مرتبہ چہارم پر فائز تھے۔

☆ اول محبوب سبحانی حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ دوم محبوب الٰہی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ سوئم محبوب یزدانی سلطان التارکین حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ چہارم محبوب رحمانی حضرت شاہ علی حسین المعروف بہ اشرفی میاں کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلم حقیقت رقم نے اپنے محققانہ انداز میں آپ کے مذکورہ بالا ہر دو حسن ظاہری ومعنوی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے عرض کیا تھا۔

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردہ پروردۂ سہ محبوباں

حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سید الفقراء، امام العرفاء، ولایت پناہ، حقیقت آگاہ، حضرت میاں راج شاہ قدس سرہٗ کی خدمت میں بھی سوند شریف ضلع گوڑگاواں حاضر ہوئے تھے جن کا وصال ۸ر رمضان المبارک ۱۳۰۶ میں ہوا۔ انہوں نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا اور ایک دوآنی عطا فرمائی جس کے بعد فتوحات کے دروازے ایسے کھلے کہ کوئی سائل کسی وقت محروم نہ ہوتا تھا۔ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ پیر کے دن بوقت صبح صادق ظہور میں آئی اور ۱۲ر رجب المرجب ۱۳۵۵ھ بوقت نصف شب اپنے وطن مالوف کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد میں وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ وافاض علینا من برکاتہ۔

**تدریسی خدمات**:

حضرت صدرالعلماء مولانا سید غلام جیلانی اشرفی قدس سرہٗ العزیز نے تدریس کے فرائض جن مدارس میں باضابطہ طور پر سرانجام دیئے ان میں خصوصیت سے درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

☆ مدرسہ محمدیہ جائس ضلع رائے بریلی۔

☆ دارالعلوم عظمت الاسلام کرنال

☆ مدرسہ احسن المدارس کانپور

☆ مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ میرٹھ

تقریباً ہر مدرسہ میں منصب صدارت پر فائز رہے۔ مؤخر الذکر مدرسہ میں آپ اپنے استاذ معظم استاذ الاساتذہ صدرالافاضل فخرالاماثل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادگرامی پر سرتسلیم خم کرتے ہوئے ۱۹۳۵ء میں صدرالمدرسین کے منصب جلیلہ پر متمکن ہوئے اور زندگی کی آخری سانس تک پوری شان وشوکت کے ساتھ مسند تدریس کو عروج وترقی کی بلندترین منازل سے مزین فرمایا ۱۳۸۹ میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔ بیالیس سال تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ میرٹھ میں علوم وفنون کے دریا بہانے والے یہ متبحر فاضل ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ/۸مئی ۱۹۷۸ء پیر کے دن سہ پہر چار بج کر دس منٹ پر اس دارِفانی سے دارالبقاء کی طرف چل دیئے۔(انا للّٰہ و انا الیہ راجعون)

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

اگر تدریسی خوبیوں کو صدرالعلماء امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی اشرفی علیہ الرحمہ میں دیکھا جائے تو بفضلہٖ تعالیٰ ان اوصاف حمیدہ اور کمالات درسیہ سے آپ پوری طرح مرصع ہیں، راقم السطور نے آپ کے ایک شاگرد رشید عالمی مبلغ اسلام ملت اسلامیہ کے نامور خطیب قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی صدر جمیعت العلماء پاکستان سے اس سلسلہ میں انٹرویو کیا تو آپ نے فرمایا۔

ہمارے استاذ معظم کے کیا کہنے، انہیں تدریس سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، دن تو دن رات کے بارہ بارہ بجے تک اسباق ہوتے رہتے ، طالب علم سے محبت شفقت مثالی تھی، سبق کو اتنے احسن طریقہ سے پڑھاتے اور سمجھاتے کہ وقت کی طوالت کا احساس تک نہ ہوتا۔ پھر سوالات کے جوابات اس انداز سے عطا فرماتے کہ فوراً دل کی گہرائیوں میں نقش ہوجاتے، یہی وجہ ہے کہ پاک وہند میں آج جتنی قابل ذکر درسگاہیں ہیں ان میں آپ کے تلامذہ کے تلامذہ ہرشعبہ ہائے علم کی آبیاری کرتے نظر آتے ہیں، آپ کے انداز تدریس کی تعریف اور آپ کی شفقت کا اظہار خطیب الاسلام حضرت مولانا عارف اللہ شاہ صاحب میرٹھی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ جنہوں نے برس ہابرس آپ کی خدمت میں رہ کر علوم وفنون کی بے پایاں دولت کو سمیٹا تھا، بڑے شیریں کلمات سے فرمایا کرتے تھے ناچیز کو ان کی زیارت وملاقات کا شرف متعدد بار نصیب ہوا۔ ہر بار انہوں نے خردہ نوازی کی انتہا کردی، میرے زمانہ طالب علمی میں ان کا مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور آنا ہوا۔ مجھے خدمت کی سعادت میسر آئی دوروز تک آپ وہاں جلوہ افروز رہے، موقع غنیمت جانا اور علمائے ہندوستان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا جن میں حضرت مولانا علامہ الحاج ضیاء القادری بدایونی شاعرآستانہ دہلی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام النحو کے متعلق باتیں ارشاد فرمائیں، آپ ماہنامہ سالک راولپنڈی سے نکالا کرتے تھے اور اس میں ایک مستقل کالم۔ "عمریوں ہی تمام ہوتی ہے۔

ہر ماہ نظرنواز ہوتا، جب آپ بصیر پور شریف کے سالانہ جلسۂ دستار فضیلت وسند فراغت کے بعد تشریف لے گئے تو ۲۰/دسمبر ۱۹۶۳ء کی روئیداد میں راقم الحروف کے متعلق کچھ اس طرح کے کلمات درج تھے۔ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف جانا ہوا فقیہ اعظم الحاج ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی اشرفی قادری بانی ومہتمم کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوا جنہوں نے میری خدمت کے لئے دارالعلوم کے ایک ہونہار مستعد طالب علم مولوی محمد منشا تابش قصوری کو مقرر کررکھا تھا۔"

اس طویل اقتباس سے مقصد یہ ہے کہ حضرت امام النحو رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ تدریس ان تمام خوبیوں کا حسین مرقع تھا جن سے ایک عالی ظرف مدرس کا مرصع ہونا ازبس ضروری ہے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی دامت برکاتہم العالیہ کا بیان ہے کہ تلامذہ آپ کو اپنا محسن ومربی تصور کرتے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے ارشد تلامذہ جنہیں شہرۂ آفاق عظمتیں حاصل ہیں آپ کی بہترین صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت اور آپ کی شہرت وناموری کا باعث ہیں۔

**تصنیف وتالیف :**

اظہار علم اور خدمت دینیہ کا تیسرا بڑا شعبہ قلم سے متعلق ہے یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو اپنی آفاقی حیثیت اور ہمہ گیری کے باعث بڑا ممتاز ہے۔ قلم کی طاقت زمانے کے ساتھ محدود نہیں۔ پہلے دونوں شعبے زندگی سے وابستہ ہیں۔ انسان زندہ ہے تو میدان خطابت کا شہسوار بھی اور مسند تدریس کی زینت بھی مگر فانی سے راہی بقا ہوا تو محراب و منبر اور مسند درس و تدریس وارشاد خالی کسی اور کی راہ تکتی ہے، لیکن قلم کو زوال نہیں، مرنے کے بعد بھی اس کی زندگی کے شواہد قلم اور قرطاس ہوتے ہیں، نہ صرف موجودہ لوگ قلم کے فیضان سے بہرہ مند ہوتے ہیں بلکہ نسلاً بعد نسل اس کی قلمی تبلیغ اپنا اثر دکھاتی اور پھیلاتی رہتی ہے، قرآن کریم نے بڑے عمدہ پیرائے میں قلم کی تحسین فرمائی اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ (ن والقلھم وما یسطرون) اس پر شاہد عادل ہے کسی نے کیا خوب کہا۔

یہ حقیقت افروز بات اس خوبصورتی سے ادا کی گئی ہے کہ اسے اہل قلم کے دل کی آواز کہا جاسکتا ہے اور پھر اس مترنم لے میں قلم کے ساز ہی عیاں ہیں! نبی کریم ﷺ نے معاہدات و مکتوبات سے بھی قلم کے تقدس کو بام عروج عطا فرمایا۔

ماضی حال مستقبل قلم سے ہی مربوط ہیں، قلم نے ماضی کے افسانے سنائے قلم نے حال کو بحال رکھا اور قلم ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس نے مستقبل کی خبریں نوک زبان سے بیان کیں۔ قرآن کریم کتب سماویہ کتب احادیث و تفاسیر تاریخ و سوانح، ادب و فلسفہ، طب اور سائنس نیز صرف و نحو اور جملہ علوم و فنون کے جلووں میں قلم ہی کی طاقت کارفرما ہے۔

ہر صاحب علم و ادب قلم کی ان گنت خوبیوں کا معترف ہے اور یہی قلم ہے جسے صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی مستعدی سے چلایا، دوران تدریس فنی علوم پر شب و روز علمی جواہرات سے قرطاس ابیض کو آراستہ پیراستہ کیا اور علم نحو کی شہرہ آفاق کتابیں نحو میر شرح مائۃ عامل اور کافیہ کی ایسی کامیاب شرحیں لکھیں جن کی مثال نہیں ملتی، اسی طرح شرعی اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل پر نظام شریعت تصنیف فرما کر عوام مسلمین کی ضروریات شرعیہ کو بڑی حد تک خود کفیل بنانے کی طرح ڈالی نیز بشیر القاری کے نام سے بخاری شریف کی عدیم النظیر شرح قلم بند فرمائی جس سے زمانہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔☆

مرجع العلماء والمشائخ ،سید السادات ،واقف رموز

**(بقیہ صفحہ ۴۵ کا)**

اس کتاب کی موٹی موٹی اغلاط کی نشاندہی کرنے کے بعد صدر العلماء فرماتے ہیں۔

ناظرین! مقام غور ہے کہ صفحہ ۶ سے ترکیب نحوی شروع ہو کر صفحہ ۱۱۱ پر ختم ہوئی تو کتاب کے کل صفحات ترکیب ۱۰۵) ہوئے جن میں (۱۸۶) غلطیاں ہیں اور وہ بھی موٹی موٹی جن کو دیکھ کر مبتدی بھی انگشت بدنداں رہ جائیں کتاب کا کوئی صفحہ غلطی سے خالی نہیں ہم نے کل اغلاط بالاستیعاب بیان نہیں کیے ورنہ اغلاط کی تعداد کئی سو تک اور پہنچتی، یہ ہیں دارالعلوم دیوبند کے درجۂ علیا کے مدرس مولانا ظہور احمد صاحب کی نحو دانی، اسی دارالعلوم کے تین صدر مدرس مولانا محمد حسن صاحب، مولانا انور شاہ صاحب، مولانا حسین احمد صاحب کی حدیث دانی کا نمونہ ہم اپنی کتاب، بشیر القاری بشرح صحیح البخاری میں پیش کر چکے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است، اسی پر بعض ناعاقبت اندیش دیوبندی صاحبان بغلیں بجا بجا کر فرماتے ہیں کہ ہم نے علمی خدمات انجام دی ہیں، شروح لکھیں حواشی لکھے، ناظرین پر منکشف ہو گیا کہ ان حضرات کے حواشی و شروح کا یہ حال ہے کہ اسلاف و اخلاف سب کے سب بدترین اغلاط میں گرفتار ہیں، انہیں بخاری شریف پڑھنے اور برسہا برس تک پڑھانے کے باوجود اس کے پہلے باب کا سمجھنا نصیب نہ ہوا مقدمہ البشیر الکامل ص ۲۹

ہماری جماعت کے وہ مایۂ ناز عالم دین ہیں صدر غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ جن کے علمی کارنامے، فنی نقوش اور حدیث و نحو میں گراں قدر تحقیقات اور جواہر پارے اس لائق ہیں کہ انہیں عام کیا جائے تا کہ ان سے استفادہ آسان ہو۔ اور اہلسنت کے اس مایۂ ناز سپوت اور عبقری عالم دین کی لیاقت مہارت، صلاحیت، اور دینی و علمی فہم و فراست کا عرفان عام ہو۔ ضرورت ہے اس رخ پہ کام کرنے کی تا کہ وہ عظیم شخصیت جو ہماری تغافل کیشیوں سے امتداد زمانہ کی تہوں میں دبتی چلی جارہی ہیں ابھر کر سامنے آئیں اور اپنی نوربیزیوں سے زمانے کو منور کردیں۔☆

**اہل قلم متوجہ ہوں :** سواد اعظم اہل سنت کا قدیم تر رسالہ ہے جسے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ جیسی عبقری شخصیت کی سرپرستی کا شرف حاصل رہا ہے آج عرصہ دراز کے بعد پھر یہ رسالہ آپکے ہاتھوں میں ہے اس لئے اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ اپنے گرانقدر مضامین و آراء سے رسالے کا تعاون فرمائیں تا کہ اس کارواں کو بحسن و خوبی آگے بڑھایا جاسکے

**تعارف نامہ**

سیدالسادات حضرت شیخ الاسلام مدظلہ

# تجلیات حیات وخدمات

**مولانا محمد ایوب اشرفی شمسی**

بولٹن، برطانیہ (یوکے)

''سوادِاعظم'' دہلی اس شمارہ سے ایک نیا کالم ''تعارف نامہ'' شروع کررہا ہے۔ جس میں مسلّم مشائخ طریقت، علماء کرام دارالعلوم جامعات وخانقاہوں وغیرہ کا تعارف پیش کیا جائے گا۔ جو حضرات بھی علماء ومشائخ یا ادارہ وخانقاہ کا تعارف دینا چاہیں ان کیلئے ''سوادِاعظم'' کے صفحات حاضر ہیں۔ (ادارہ)

طریقت، حامل علوم شریعت، مدبر زمانہ مرشد یگانہ، مفسر قرآن عظیم، شارح احادث نبی کریم، حضور محدث اعظم کے سچے جانشین، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت پیر سید شاہ محمد مدنی میاں صاحب قبلہ جیلانی مدظلہ النورانی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ حضور محدث اعظم ہند کچھوچھا شریف) کی ذات عظیم البرکت سے آج کون واقف نہیں؟ مشرق ومغرب، شمال وجنوب میں آج ان کے نام و کام کی شہرت عامہ ہے۔ یوں تو شہرت مطلقاً یعنی بنفسہ کچھ قابل تعریف نہیں ہاں! مگر جس میں عزت نفس، آبروئے خودی، وقار علم وعمل اور شرافت دینی کوملحوظ خاطر رکھا گیا ہوایسی باعظمت شہرت یقیناً رب کا انعام ہے جو ہر کسی کے نصیب میں نہیں آتا۔ خدا کے فضل اور صاحب ورفعنا لک ذکرک کے طفیل جو شہرہ حضرت شیخ الاسلام کے حصہ میں آیا وہ اسی شجر طوبی کی ایک شاخ ہے۔

خیال رہے کہ حضرت شیخ الاسلام کے نام وکام کا یہ شہرہ آج کے اسلامی کہے جانے والے ٹی وی چینلز کا مرہون منت بھی نہیں کہ جن کے ذریعہ کل کے نہ معلوم کتنے ایسے ویسے آج کے نہ معلوم کیسے کیسے بن گئے۔ بلکہ ان کے رب کا ان پر یہ انعام کریمانہ ہے کہ وہ جہاں گئے اپنی خطابت، اپنی شخصیت اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کے قلب وجگر پر چھا گئے ان کی فکر ونظر میں سما گئے اور وہ جدھر بھی گئے لوگ جوق در جوق عقیدت مندانہ ان کے ساتھ ہوتے گئے، وہ جہاں بھی گئے باطل کی تاریکیوں میں حقانیت کے چراغوں کو جلایا۔ لوگوں کو عقائد حقہ کا پابند بنایا، عقائد باطلہ کے چہروں سے فریب کاری کے پردوں کو ہٹا کر ان کا اصلی چہرہ دکھایا، آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے غلاموں کے تعلق خاطر کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا، اولیائے کاملین اور علمائے ربانیین کی محبتوں کو قلب وجگر میں بٹھایا، جس خطے میں بھی گئے غیروں کو اپنا بنایا اور اپنوں کو غیر ہونے سے بچایا کتنے مقامات ایسے ہیں کہ جب وہ وہاں آئے تو بے شمار دلوں کو چین ملا، ان گنت بے سکون ذہنوں کو قرار ملا، اہل سنت وجماعت کا بول بالا ہوا فرحت ومسرت کا ماحول پیدا ہوا۔

میرے ممدوح مکرم مدظلہ العالی نے یہ شعر کسی اور کے لئے کہا ہے مگر ان کا یہ شعر میں خود انہیں کے لئے پیش کرتا ہوں:

اپنے چمن کی بات نہیں اختر ! وہ جہاں بھی جا پہنچیں
ہر شاخ خوشی سے جھوم اٹھے ہر پھول غزل خواں ہو جائے

تاریخ اسلام سے شغف رکھنے والوں کو بخوبی اس بات کا علم ہوگا کہ قدرت کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جس کسی سے اپنے دین کا کام لیا چاہتی ہے اس کو گوناگوں خوبیوں سے نواز دیا کرتی ہے یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ رب قادر وقیوم نے حضرت شیخ الاسلام کو شروع ہی سے کچھ ایسی خوبیوں سے نوازا تھا کہ جدھر بھی گئے لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتے گئے۔ اور یہ رب کی رحمت سے کچھ بعید نہیں۔

حضرت شیخ الاسلام کی کچھ ایسی ہی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فقیر راقم السطور نے اسی سال محدث اعظم مشن بلیک برن

یو۔کے میں اپنی ایک تعارفی تقریر کے دوران یوں عرض کیا تھا
حسب ونسب کی عظمت............حضرت شیخ الاسلام کے پاس
صدیوں سے مشہور ومعروف خاندان اشرف
سے نسبت........................حضرت شیخ الاسلام کے پاس
''علم وفن کا کمال.................حضرت شیخ الاسلام کے پاس
''خاندانی وجاہت کا جمال....... حضرت شیخ الاسلام کے پاس
حضور محدث اعظم ہند کی سچی نیابت
کا وقار...........................حضرت شیخ الاسلام کے پاس
حضرت سرکار کلاں کی عظمتوں کی بہار...حضرت شیخ الاسلام کے پاس۔
فکر ونظر کی لطافت ..............حضرت شیخ الاسلام کے پاس
شریعت وطریقت کے اسرار پر واقفیت......حضرت شیخ الاسلام کے پاس
فن شاعری میں حسن ادا...........حضرت شیخ الاسلام کے پاس
بے مثال خطابت کا جوہر لطیف...حضرت شیخ الاسلام کے پاس
انداز تکلم کا انوکھا پن............حضرت شیخ الاسلام کے پاس
تحریر وقلم کی ریاست .............حضرت شیخ الاسلام کے پاس
دور اندیشی و مستقبل بینی..........حضرت شیخ الاسلام کے پاس
الجھے مسائل کو سلجھانے کا سلیقہ....حضرت شیخ الاسلام کے پاس
ان تمام تر اوصاف کو اکٹھا کر دو تو پھر کہیں جا کر محدث اعظم ہند کے اس جانشین کا عکس جمیل بنتا ہے۔

خیر! یہ تو تقریر کا ایک حصہ تھا اور مجھے اس وقت کوئی تقریر نہیں سنانی ہے بلکہ اس وقت میں ایک مقصد لیکر آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں۔مگر اس سے پہلے میں حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کا ایک انتہائی مختصر سوانحی خاکہ پیش کرتا ہوں۔

اسم گرامی: سید محمد مدنی (۲)

تاریخ پیدائش : یکم رجب المرجب بروز یکشنبہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۸، اگست ۱۹۳۸ء

جائے پیدائش: کچھو چھہ مقدسہ ضلع امبیڈکر نگر یو۔پی انڈیا۔

والد گرامی قدر: مخدوالملت حضور محدث اعظم ہند سید شاہ محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان

والدہ ماجدہ: حضور شیخ المشائخ اعلیحضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حقیقی پوتی یعنی مخدومہ معظّمہ سیدہ فاطمہ بنت حضور سلطان المناظرین علامہ سید احمد اشرف اشرفی جیلانی علیہاالرحمۃ والرضوان۔

خاندان و سلسلہ نسب : حضور سیدنا قدوۃ الکبریٰ ،سلطان الاولیاء، محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کی ذات بابرکات سے منسوب خاندان اشرفیہ اور حضور مخدوم پاک کے حقیقی بھانجے حضور سیدنا مخدوم نور العین کی نسل میں حضرت شیخ الاسلام کی ولادت ہوئی۔آپ کا سلسلہ نسب چھتیس ۳۶ واسطوں سے حضور سیدنا غوث پاک سید عبدلقادر جیلانی سے ہوتا ہوا حضور سیدنا باب العلم حیدر کرار علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

**بیعت و ارادت۔:** اپنے حقیقی ماموں حضرت سید شاہ محمد مختار اشرف (سرکار کلاں) اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ و الرضوان سے حاصل ہے۔

**اساتذہ کرام :** والد گرامی مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند، شمس العلماء حبر صمصام حضرت علامہ قاضی شمس الدین جعفری جونپوری[مصنف قانون شریعت]، جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز مرادآبادی ثم مبارک پوری، صدر الصدور حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی ،جلالۃ العلم حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی ، جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی، بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب اعظمی ، مفکر اسلام حضرت علامہ مظفر حسن ظفر ادیبی ،حضرت علامہ سید شمس الحق صاحب اعظمی ، اشرف العلماء حضرت علامہ سید حامد اشرف صاحب کچھوچھوی۔(رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)۔

**جانشینی:** والد گرامی حضور مخدوالملت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس چہلم کے موقع پر اکابر علمائے وقت و مشائخ زمانہ کی موجودگی میں اور ہزاروں عقیدت مندوں اور ارادت کیشوں کے اجتماع میں بماہ شوال المکرّم ۱۳۸۱ھ مطابق مارچ ۱۹۶۲ء حضرت شیخ الاسلام کو حضور محدث اعظم ہند کا جانشین منتخب فرمایا گیا۔

**آغاز خطابت** : دنیا جانتی ہے کہ حضرت شیخ الاسلام زمانہ طالب علمی میں خطاب نہیں فرمایا کرتے تھے مگر جانشینی کے بعد ان کے عالمانہ ومحققانہ، جامع ترین خطابات نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔اگر یہ بات صحیح ہے اور ضرور صحیح ہے کہ ''ان من البیان لسحر'' تو پھر مجھے یہ کہنے میں بالکل ڈر نہیں کہ حضرت شیخ الاسلام کی خطابت کا جادو سر چڑھ کر بولا ہے۔

سنیت کی ترویج و اشاعت کے جذبہ سے بھر پور اور حق وصداقت پر مشتمل ان کی پر اثر خطابت نے نہ معلوم کتنے مقامات پر حالات کی بالکل کایا ہی پلٹ دی۔محبت خدا و رسول اور آداب اولیائے کرام کا ایک نیا ماحول پیدا ہوا اور ایک انقلاب رونما ہوا۔میں اگر یہ کہدوں تو بیجا نہ ہوگا اے میرے ممدوح مکرم

حیرتی ہوں میں تری تقریر کے اعجاز کا
رخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا

خطابات تو راقم السطور نے بھی بہت سنے ہیں مگر بخدا سرزمین ہند پر اور یہاں برطانیہ میں بھی میں نے علماء کو ان کی تقریر میں عالم وارفتگی میں اپنی رانوں پر ہاتھ پٹکتے اور اچھلتے ہوئے دیکھا ہے۔

ابھی تو آپ نے خطابت کو ترک فرما دیا ہے مگر وہ جب کرسی خطابت پر بیٹھتے تو ہزاروں کے مجمع میں بھی چاروں طرف سناٹا چھا جاتا پبلک ہمہ تن گوش ہو جاتی اور اس وقت سمندر کا سا سکوت طاری ہو جاتا ایسا لگتا کہ جیسے کوئی کہنے والا ان سب کے کانوں میں کہ گیا ہو ع ٹھہرائے گردش دوراں کہ وہ لب جنبش میں آتے ہیں:: سراپا گوش ہو کر سن کہ کیا ارشاد ہوتا ہے۔

استاذ گرامی قدر جلالۃ العلم حضرت حافظ ملت نے جب پہلی بار سرزمین بمبئی پر وہ عظیم خطاب سماعت فرمایا تو کس طرح سے داد وتحسین دی اور کس انداز پر استاذ ہو کر عزت بخشی اس کا بیان انشاء القدیر بعد میں ہوگا۔**تبلیغ و ارشاد**: حضرت شیخ الاسلام نے ہندو پاک کے علاوہ تقریباً ۱۴، ۱۵ ممالک میں تبلیغی دورے فرمائے اور رشد وہدایت کا کام سرانجام دیا جن میں امریکہ وساؤتھ افریقہ ،سرینام وماریشش، فرانس وبلجیم، ملاوی وموزنبیک، کینیڈا و ہالینڈ وغیرہ اور بالخصوص سرزمین برطانیہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

**تصنیفات** : آپ کی تصنیفات کا بالتفصیل تذکرہ تو بعد میں پیش کیا جائیگا۔فی الحال اسماء کتب ورسائل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) تفسیر قرآن کریم بنام ''سید التفاسیر'' جس کے اب تک الحمد للہ ۲۰، پارے مکمل ہو چکے ہیں اور باقی بھی انشاء المولی قدیر بہت جلد مکمل ہو جائینگے۔

(۲) تفہیم الحدیث کہ جس کے اکثر حصہ کو ''الاربعین الاشرفی'' کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔

(۳) ویڈیو۔ٹی وی کا شرعی استعمال۔

(۴) نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس۔

(۵) مقالات شیخ الاسلام۔

(۶) اسلام کا تصور الہ اور مودودی صاحب۔

(۷) دین اور اقامت دین۔

(۸) فریضہ دعوت وتبلیغ۔

(۹) مسلم پرسنل لا یا اسلامک پرسنل لاء۔

(۱۰) محبت رسول روح ایمان۔

(۱۱) تجلیات سخن۔(۳)

(۱۲) خطبات برطانیہ۔

(۱۳) امام احمد رضا اور اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ۔وغیرہ کتب ورسائل۔

**خلفاء و مریدین**: اس وقت مختلف ممالک میں حضرت شیخ الاسلام کے خلفاء اتنی تعداد میں موجود ہیں کہ ان کو شمار کرنا میرے بس کی بات نہیں۔اور جب خلفاء کا یہ حال ہے تو پھر مریدین کے اعداد و شمار کو بھلا میں کیسے یقین سے بیان کر سکتا ہوں۔البتہ بعض لوگوں کے اندازے کے مطابق مریدین کی تعداد ۲۵، ۳۰ لاکھ کے آس پاس بتائی جاتی ہے جن میں تقریباً ۸، ۹ لاکھ تو گجرات وسوراشٹر وغیرہ ہی کے علاقے میں بیان کئے جاتے ہیں۔ (واللہ تعالی اعلم بالصواب)

**آمدم بر سر مطلب**: قارئین کرام! اس مختصر سے سوانحی بیان کے بعد عرض مدعا یہ ہے کہ کئی سال سے فقیر راقم السطور کا ارادہ تھا کہ اپنی کتاب ''حضور صدر العلماء محدث میرٹھی حیات و خدمات'' کو بالتفصیل مرتب کیا جائے، سوالحمد للہ اول الذکر کتاب تو

ساڑھے چودہ سو صفحات پر مشتمل ۲ جلدوں میں منظر عام پر آ گئی ہے جس کو اہل علم و نظر نے میری امیدوں سے زیادہ پسند فرمایا اور بزرگوں نے دعاؤں سے نوازا۔ بلکہ بعض مشہور تر صاحبان علم نے نہ صرف زبانی بلکہ تحریری تاثرات سے بھی نوازا جسے دیکھ کر اگلا قدم اٹھانے کی بھی ہمت ہوئی اور عزم کر لیا کہ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی سے متعلق کتاب بھی منظر عام پر لانی ہی ہے گویا کہ یہ مجھ پر ایک قرض ہے جس کو ادا کرنے کی صورت نکالی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قرض کی ادائیگی میں مجھے عمدہ و پختہ قلمی تعاون کی سخت ضرورت پڑے گی۔ چنانچہ دانشوران اہل سنت، صاحبان فکر و نظر، رئیسان تحریر و قلم اور عالمان قوم و ملت اور اہل علم وابستگان حضرت شیخ الاسلام سے مخلصانہ گزارش ہے کہ حضرت سے متعلق اپنی معلومات کو جامع انداز پر مرتب کر کے نیچے دئے گئے پتے ارسال فرما دیں۔ یہ فقیر جملہ حضرات کا تہہ دل مشکور و ممنون ہوگا۔

**موضوعات**

مندرجہ ذیل کسی بھی موضوع پر آپ اپنا مقالہ تحریر فرما سکتے ہیں

(۱) حضرت شیخ الاسلام اور ان کا خاندان عالی
(۲) حضرت شیخ الاسلام.............. اور آپ کے والد گرامی
(۳) حضرت شیخ الاسلام............اور آپ کے پیر و مرشد
(۴) حضرت شیخ الاسلام............اپنے اساتذہ کے حضور
(۵) حضرت شیخ الاسلام............اور ان کے چند مشہور ترین اساتذہ کرام
(۶) حضرت شیخ الاسلام..............اور ان کا تعلیمی سفر
(۷) حضرت شیخ الاسلام.........اور دوران تحصیل علم کے چند واقعات
(۸) حضرت شیخ الاسلام..... پر ان کے والد گرامی اور پیر و مرشد کی نظر
(۹) حضرت شیخ الاسلام....... اپنے اساتذہ کرام کی نظر میں
(۱۰) حضرت شیخ الاسلام...... اپنے ہم عصر علماء و مشائخ کی نظر میں
(۱۱) حضرت شیخ الاسلام....... دانشوران قوم و ملت کی نظر میں
(۱۲) حضرت شیخ الاسلام......اور ان کے چند مشہور شرکائے اسباق
(۱۳) حضرت شیخ الاسلام.... باعتبار ایک جانشین و گدی نشین
(۱۴) حضرت شیخ الاسلام........بحیثیت ایک عظیم پیر و مرشد
(۱۵) حضرت شیخ الاسلام........... اور ان کا جوہر خطابت
(۱۶) حضرت شیخ الاسلام....اور ان کے خطاب کی انفرادیت
(۱۷) حضرت شیخ الاسلام......اور عالم اسلام میں ان کے خطاب کی مقبولیت
(۱۸) حضرت شیخ الاسلام......کی خطابت اور اکابر علمائے کرام کا اس پر عش عش کرنا
(۱۹) حضرت شیخ الاسلام......... اپنی تصنیفات کی روشنی میں
(۲۰) حضرت شیخ الاسلام............اور تفسیر اشرفی ایک تاثر
(۲۱) حضرت شیخ الاسلام........ اور تشریح احادیث ایک تاثر
(۲۲) حضرت شیخ الاسلام.........ویڈیو۔ٹی وی کے شرعی استعمال سے متعلق آپ کا فتوی اور عالم اسلام میں اس کی مقبولیت
(۲۳) حضرت شیخ الاسلام........ویڈیو ٹی وی کا شرعی استعمال اور اس کا آغاز و ارتقاء
(۲۴) حضرت شیخ الاسلام اور ان کی دیگر تصنیفات: تجزیاتی مطالعہ
(۲۵) حضرت شیخ الاسلام....بحیثیت ایک نعت گو شاعر
(۲۶) حضرت شیخ الاسلام......اور ان کی نعت گوئی
(۲۷) حضرت شیخ الاسلام... اور خطبات برطانیہ کے علاوہ خطابت کے چند نمونے
(۲۸) حضرت شیخ الاسلام..... کی صحبت میں بیتے چند لمحات
(۲۹) حضرت شیخ الاسلام.....اور ان کے مختلف اسفار حج و زیارت
(۳۰) حضرت شیخ الاسلام........ کے معمولات حیات
(۳۱) حضرت شیخ الاسلام...... کچھ نصیحتیں کچھ صحبتیں
(۳۲) حضرت شیخ الاسلام...... اور چند مشاہیر خلفاء
(۳۳) حضرت شیخ الاسلام.....اور ان کے ولیعہد وغیرہ۔

**نوٹ** : ارسال مضمون کیلئے پتہ ٹائٹل پیج کے بیک سائڈ پر ملاحظہ فرمائیں۔☆

قارئین کے خطوط

# مکتوبات

## سواد اعظم میری تمناؤں کا حرف آخر

مفتی محمد شعبان نعیمی حبابی، ممبئ

چند دن ہوئے کہ اچانک فاضل گرامی وقار حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نعیمی زید مجدہ بانی صدر الافاضل اکیڈمی و ایڈیٹر ''سواد اعظم'' دہلی غریب خانہ پر تشریف لائے اور سہ ماہی ''سواد اعظم'' دہلی کی دو کاپیاں مطبوعہ بطور تحفہ خلوص ہاتھوں میں پکڑا دیں دیکھ کر بے حد سرور و انبساط حاصل ہوا اور برجستہ زبان سے نکلا ''دل ماشاد و چشم ماروشن'' جزاک اللہ خیر الجزاء

دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی ان میں میری ایک گزارش اور دلی خواہش بھی زیر بحث آئی کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ رسالہ ماہنامہ ہوتا فاضل گرامی قدر موصوف نے قدرے حالات حاضرہ کی نا مساعدت کا ذکر کر کے میری خواہش کو مسترد کئے بغیر آئندہ اپنے عزم محکم اور مضبوط ارادے اور خوش آئند استقبالی منصوبے کا برملا اظہار فرمایا اور صدر الافاضل کے فیضان کرم پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے ماہنامہ کے اجراء کو رد تو نہیں فرمایا البتہ دقت و قلت... کے ملے جلے انداز میں وقت کے انتظار کے ساتھ خوش خبری ضرور سنا دی کہ دل باغ باغ ہو گیا اور صمیم قلب اور دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلنے لگ گئیں۔

حقیقت امر یہ ہے کہ ماہنامہ رسالہ نکالنے کیلئے بڑی ہمت و حوصلے کی ضرورت ہے ساتھ ہی ساتھ مالی فراوانی اور وسائل کثیرہ کی بے پناہ ضرورت پڑتی ہے میں نے اپنی اسی سالہ زندگی میں ہندو پاک کے کتنے رسائل کو نکلتے اور بند ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔خود ''سواد اعظم'' بھی حضور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان کے وقت سے اب تک چند در چند مراحل سے گزر چکا ہے خدا کرے کہ حالیہ مرحلہ اس کا آخری مرحلہ ہو۔ **''ماضی سے حال کی طرف''**

میرے لائق و فائق فاضل گرامی علامہ غلام مصطفیٰ صاحب نعیمی خدائے قادر و قیوم آپ کو سلامت رکھے اور نظر بد سے محفوظ و ممنون و مصئون حضور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی و صحافتی وراثت آپ کو منجانب اللہ ملی ہے اس کا لحاظ از بس ضروری ہے جان کی بازی لگا کر بھی اس کو قائم و دائم رکھئے گا۔خدائے پاک آپ کے بازؤں میں توانائی اور حوصلوں میں بالیدگی عطا فرمائے۔آمین.........مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

مالی مشکلات پر قابو پانے کیلئے آپ کو انتھک کوششیں کرنا پڑیں گی کتابوں کی طباعت پر توفیقی طور سے بہت سے وسائل نصیب ہو جاتے ہیں مگر کسی بھی رسالے کو جاری رکھنے کیلئے اور اس کے بقائے دوام کیلئے ہمیشہ تیشہ بدست ہو کر سنگ خار کاٹ کر راستے بنانا پڑتے ہیں اور تیشہ بر پا زدن نامرادی کا سبب ہوتا ہے۔دست بدعا ہوں مولیٰ کریم عزوجل کہ آپ کو ثابت قدم رکھے اور فیضان صدر الافاضل شریک حال رہے۔میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد کریں باوجود کبر سنی کے حتی المقدور آپکا ساتھ دینے کی کوشش کرونگا۔یہ رقعہ محبّ مکرم فاضل گرامی وقار حضرت علامہ مولانا نور محمد صاحب نعیم القادری زید مجدہ نزیل ممبئ عظمی بانی تنظیم افکار صدر الافاضل ممبئ کی معرفت آپ تک پہنچا رہا ہوں خدا کرے کہ آپ کو دستیاب ہو جائے..فقیری میں بھی اپنی سلطانی نہیں جاتی:: ستارہ ڈوب جائے پھر بھی تابانی نہیں جاتی صبح قیامت تک ''سواد اعظم'' کی تابانیوں سے آپ بھی چمکتے رہیں اور دنیائے سنیت بھی درخشندہ و تابندہ رہے۔آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم

## اہل سنت کا صحیح ترجمان ہے

مفتی محمد ایوب صاحب نعیمی
شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد

سوادِاعظم اہل سنت کا صحیح ترجمان ہے اس کا پہلا شمارہ ناظرین کے سامنے آیا جس کو میں نے اور قارئین حضرات نے بنظر استحسان دیکھا پسند کیا یہ اسلام سے محبت کی علامت ہے کہ زندگی کے لمحات میں دینی معلومات فراہم کرتے رہیں یہی طریقہ اسلاف صحابہ کرام اور تابعین عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کا رہا کہ انہوں نے مہینوں کی مسافت طے کرکے علم حاصل کیا اور قرب مولیٰ کی سعادت حاصل کی۔ آج کے پرآشوب دور میں عوام مسلمین پر بھی لازم ہے کہ اپنے مستند علماء کی تصانیف ورسائل کو دیکھ کر زندگی میں نکھار پیدا کریں اور آخرت کو سنواریں۔ بحمد اللہ رسالہ سوادِاعظم بھی اسی روشنی کو بکھیر رہا ہے دعا ہے کہ اللہ عزوجل آقائے نعمت سرورِ عالم ﷺ کے طفیل اسکو جاری وساری رکھے اور لوگوں کو استفادہ کا موقعہ عطا کرائے۔ آمین۔ سوادِاعظم کا یہ دوسرا شمارہ عارف باللہ صدر العلماء حضرت علامہ سید شاہ غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمۃ کے سوانح حیات کے تعلق ہے۔ جن کا مختصر تذکرہ میں نے امام النحو علامہ سید غلام جیلانی صدر العلماء محدث میرٹھی میں کیا ہے یہ امر سورج کی طرح عیاں ہے کہ حضرت صدر صاحب علم منقولات ومعقولات میں یکتائے روزگار تھے جس کا اندازہ ان کی تصنیفات مبارکہ بشیر القاری شرح صحیح البخاری، بشیر الکامل، بشیر الناجیہ وغیرہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے اس میں شبہ نہیں کہ تحقیقات میں اپنے وقت کے ہمالہ تھے۔ زہد وتقویٰ اور اوروظائف کی پابندی میں ان کے مشاغل تالیف ومطالعہ مانع نہیں ہوتے آنکھوں نے بارہا دیکھا کہ جب بھی جامعہ نعیمیہ میں تشریف فرما ہوتے تو صحن جامعہ میں تقریباً ایک گھنٹہ تک کھلی آواز سے اوراد کا شغل فرماتے اس درمیان کسی سے کلام نہ فرماتے تھے۔ عرس اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے موقع پر قل شریف کے بعد علماء وطلبہ کی دعوت فرماتے اور طرح طرح کی چیزوں سے ان کی ضیافت فرماتے۔ ان کی زندگی سبھوں کیلئے ایک نمونہ ہے کاش ہم اسی کو اپنا مشعل بنا کر راستہ طے کریں تاکہ منزل مقصود تک رسائی ہو مولا اس کو ہمارے لئے آسان فرمائے اس کی توفیق ہمارے مساعد ہو آمین بجاہ خیر الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

## مولیٰ اسے ترقی عطا فرمائے

مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی
جامعہ نعیمیہ مرادآباد، یوپی

مکرمی مدیر سہ ماہی سوادِاعظم دہلی

ہدیہ سلام مسنون!

جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد اترپردیش، میں سہ ماہی رسالہ بنام السواد الاعظم میرے ہاتھوں میں ہے جو ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے قابل تعریف ہے پورے رسالہ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ماشاء اللہ تمام ہی مشمولات کو عمدہ اور تحقیقی پایا کہ سوادِاعظم اہل سنت وجماعت کی قدیمی یادگار رہے جو چھتر سال کے بعد وجود میں آیا اور میری دعا ہے کہ اس سے پہلے جو زمانہ ماضی میں اس رسالہ نے صوری ومعنوی اعتبار سے اپنی معیار قائم کیا تھا مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل وہ ہی معیار ومقام بلکہ اس سے زیادہ عطا فرمائے اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور مضامین کو ادبیت وفصاحت کی تمام ترنگینیوں سے آراستہ فرمانے کی توفیق

عطا فرمائے اور اس رسالہ سے ملت کے نوجوان نسل کی تربیت خصوصاً اہل سنت و جماعت کے عقیدہ حقّہ کی بہترین خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیائے سنیت میں اس رسالہ کو بلند مقام عطا فرمائے۔ اور حاسدین زمانہ کی نگاہوں سے آپ کو اپنی حفظ وامان عطا فرمائے اور مجلّہ کو نیر تاباں بنائے! آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

## سواد اعظم کا نام ہوگا

نبیرۂ صدر الا فاضل مولانا حکیم سید محمد ہاشم نعیمی
خانقاہِ نعیمیہ مراد آباد، یوپی

محبّ گرامی قدر مولانا غلام مصطفیٰ صاحب........سلام مسنون!

اللہ آپ کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔ آپ نے دادا جان حضور صدر الا فاضل کی یادگار کو دوبارہ جاری کر کے پوری سنی دنیا کو خوش کر دیا ہے اور اس کیلئے آپ مبارکبادیوں کے حقدار ہیں اللہ آپ کو اس کا صلہ عطا فرمائے۔

میں ذاتی طور پر آپ کو ہر ممکن تعاون کا بھروسہ دلاتا ہوں اور ویسے بھی دادا جان سیدی صدر الا فاضل کا فیضان ہی بہت کافی ہے آپ آگے بڑھتے رہیئے ان شاء اللہ یہ کارواں اپنی منزل کو ضرور پہنچے گا۔ پورا خانوادۂ صدر الا فاضل آپ کی اس کاوش پر بہت خوش ہے بس اب آپ محنت کریں اور سوادِ اعظم کو اسی مقام پر لانے کی کوشش کریں جہاں دادا حضور کے زمانے میں تھا۔ مجھے امید ہے کہ کام ہوگا اور ایک بار پھر سوادِ اعظم کا ساری دنیا میں نام ہوگا۔

## نوجوانوں کی سرپرستی ہونا چاھئے

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ممبئی

آج ۲۹ر نومبر ۲۰۱۱ء ہے۔ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی صاحب تشریف لائے ہیں۔ سہ ماہی سوادِ اعظم دہلی ہمراہ لائے ہیں۔ کچھ مہینے قبل بھی آپ تشریف لائے تھے۔ ایک علمی تحفہ ''اسلامی نظریات'' دے گئے تھے۔ اس کتاب کے مصنف بھی وہ خود ہی ہیں۔ اس وقت انہوں نے سوادِ اعظم کا تخیل پیش کیا تھا۔ مگر یہ اس وقت محض تخیل تھا۔ آج جو تشریف لائے ہیں۔ سوادِ اعظم سہ ماہی کی صورت میں سامنے موجود ہے۔ آفریں ہے اس جرأت رندانہ اور ہمت مردانہ پر۔

سوادِ اعظم کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ مذہب اور سیاست کے حوالہ سے اس کا ایک روشن ریکارڈ ہے۔ یہ اشارہ تو ابھی اشارہ ہی رہنے دیجئے۔ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ پھر ایک وقت آیا کہ یہ جریدۂ مؤقرہ بند ہو گیا۔ لاہور سے اس کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ پھر کچھ دنوں بعد وہ دم توڑ گیا۔ اب یہ اس کی تیسری تجدید اشاعت ہے۔ جس کی ادارت وقیادت نوجوان ونوامنگ فاضل مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی کے بازوئے ہمت پر ہے۔

بوڑھے تو بوڑھے ہوگئے۔ ان کے حوصلے اور قویٰ سب جواب دے گئے۔ پیروں، شیخوں اور عالموں کے اخلاف ان دنوں زیادہ تر نا خلف ہوتے ہیں۔ باپ کی جائیداد کو وہ اپنی ذاتی جاگیر سمجھتے ہیں۔ گائے بھلے ہی کتنی دبلی پتلی کیوں نہ ہو۔ وہ صرف دودھ نچوڑنا جانتے ہیں۔ نہ چارہ ڈالنا جانتے ہیں۔ نہ گھاس پانی دینا چاہتے ہیں۔ اس قوم کی آج یہی صورتِ حال ہے۔ قومی حالات کیا ہیں۔ جدید تقاضے کیا ہوتے ہیں۔ ان سے ان کے کان آشنا نہیں۔ نہ آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ اگر کبھی نظر اٹھا کر دیکھ بھی لیا۔ تو اس خیال سے کہ مال مدرسہ بھی ان کا ہے اور خانقاہی پروپرٹی بھی انہی کی ہے۔ نذرانوں سے پیٹ نہیں بھرتا۔ تو اب خانقاہوں میں گیسٹ ہاؤس بننے لگے ہیں۔ جو خالص کاروباری ہوتے ہیں، پہلے یہ ساری سہولتیں زائرین کے لئے بلاعوض ہوتی تھیں۔

اس صورتِ حال میں اگر کچھ نوجوان بے رحم ماحول کا سینہ چیر کر نمودار ہوتے ہیں۔تو ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔لفظوں کا کھلونا، رسمی شاباشی کا لالی پوپ تھما کر رخصت کر دیا جاتا ہے۔کیا اس سے کوئی زمینی کا ہوسکتا ہے۔میں چاہوں گا کہ مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی کی پر جوش صلاحیتوں کا استقبال کچھ اس انداز سے کیا جائے کہ وہ دور تک اور دیر تک پرواز کرتے رہیں۔خستگی، شکستگی، درماندگی کا احساس وہ کہیں کسی طور پر نہ کر سکیں۔یاد رہے کہ قومی قیادت، ملی رہنمائی، جماعتی پیشوائی کا پرچم آج نہیں تو کل انہی جوانوں کے ہاتھوں میں ہوگا۔اس لئے جوانوں کی پرورش اور سرپرستی آج ہی سے ہونی چاہئے۔تا کہ وہ جماعت کی آواز بن کر جماعت کا وقار بلند رکھ سکیں۔

سوادِ اعظم کا تازہ شمارہ ابھی میں نے پڑھا نہیں ہے۔بعد مطالعہ کچھ معروضات پیش کروں گا بشرطیکہ موقع ملے۔

## سواد اعظم یقیناً کامیاب ہو گا

مولانا عبدالسبحان نعیمی
سربراہ اعلیٰ دارالعلوم نعیمیہ رضویہ نارتھ گھونڈہ دہلی ۵۳

محبِّ مکرم......مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نعیمی سلام مسنون!

سب سے پہلے سواد اعظم کے اجراء پر دل کی گہرائیوں سے بہت بہت مبارکباد قبول فرمائیں اللہ آپ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آپ پر فیضان صدرالافاضل جاری فرمائے۔آمین

سواد اعظم سنی رسائل کی دنیا میں ایک اہم مقام رکھتا ہے جس سے باشعور افراد غافل نہیں ہیں یہ ہماری تساہلی و غفلت تھی کہ اب تک سواد اعظم بند رہا حالانکہ اس درمیان کافی رسائل و جرائد سنی دنیا سے جاری ہوئے مگر سواد اعظم کی طرف سے سب غافل رہے بالخصوص نعیمی دنیا اس طرف سے زیادہ ہی غفلت میں رہی کیونکہ اوروں کے بالمقابل نعیمی برادری پر اس کی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت صدرالافاضل کے لگائے ہوئے چمنستان علم ''جامعہ نعیمیہ'' سے خوشہ چینی کی اور اپنا ایک مقام بنایا اس لئے نسبت کے اعتبار سے انہیں زیادہ کوشاں ہونا چاہئے تھا خیر! اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے۔دیر سے ہی سہی کام کا آغاز ہوا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ساری سنی دنیا بالخصوص نعیمی برادری اس یادگاری رسالے کو کامیاب بنانے کیلئے اپنی سطح پر ہر ممکن کوشش کرے اور انشاء اللہ ضرور کریگی۔خصوصاً جملہ نعیمی برادران سے مخلصانہ اپیل ہے کہ سواد اعظم کو کامیابی کی منزلوں سے ہمکنار کرانے کیلئے آپسی اتحاد و اتفاق سے کام لیں اور برسہا برس کی غفلتوں کا ازالہ کریں۔

## جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

مولانا نور محمد نعیم القادری
بانی تنظیم افکارِ صدرالافاضل، ممبئی

مہینوں پہلے دہلی سے ایک فون آیا پتا چلا کہ سامنے سے کوئی غلام مصطفیٰ نعیمی محو تکلم ہیں جنہوں نے دہلی سے سہ ماہی سواد اعظم کے اجراء کا عزم و ارادہ کر رکھا ہے قدرے خوشی تو بہر حال ہوئی مگر حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ پر کام کرنے والوں کے اب تک متعدد بلند بانگ دعوے سامنے آچکے تھے جس کی وجہ سے میں نے کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی کچھ دنوں کے بعد پھر معلوم ہوا کہ سواد اعظم سہ ماہی کا پہلا شمارہ منظر عام پر آچکا ہے مگر زیارت سے محروم رہا۔۱۷، ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ کو عرس نعیمی کے موقع پر سہ ماہی سواد اعظم کی زیارت سے شاد کام ہوا مولانا غلام

مصطفٰی نعیمی سے ملاقات کا اشتیاق بڑھا تقریبات عرس کے اختتام کے بعد پتا چلا وہ آئے تو تھے حاضری دیکر شاید جلدی ہی واپس ہو گئے۔مرادآباد سے وایا بریلی شریف چند دنوں کیلئے وطن مالوف بلرامپور چلا گیا ممبئی واپسی کے دوسرے ہی روز فون آیا میں غلام مصطفٰی نعیمی عرض کر رہا ہوں اور ملاقات چاہتا ہوں۔مجالس محرم الحرام و دیگر مصروفیات نے خانقاہ نعیمیہ (ملاڈ) جہاں ان کا قیام تھا جانے کی اجازت نہیں دی۔پھر شام میں فون آیا کہ بعد فجر ملاقات کیلئے حاضر ہو رہا ہوں۔دوسرے دن تقریباً آٹھ بجے عروس البلاد ممبئی میں صدر الافاضل کی یادگار دار العلوم محمدیہ نعیم الاسلام میں حضرت مولانا غلام مصطفٰی نعیمی صاحب زید مجدہ کا ورود مسعود ہوا چائے ناشتے کے بعد گھنٹوں گفت وشنید کا سلسلہ جاری رہا مگر کہیں سے بھی ہم نے مولانا موصوف کے اندر لوچ محسوس نہیں کیا وہ ہمیں ایک مخلص اور لگن کے پکے نوجوان لگے تحریر وصحافت کی راہ میں جو دشواریاں ہوتی ہیں اس کا قدرے احساس مجھ ناچیز کو بھی ہے حاسدین ومعاندین کی بیجا تنقید اور الزام تراشیاں اس پر مستزاد۔کسی ایسے کام کیلئے مضبوط بیک گراؤنڈ اور خصوصی معاونین کی ایک ٹیم درکار ہوتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ ان باتوں کا یہاں فقدان ہے مگر خلوص اور للّٰہیت کی جلوہ گری جہاں ہوتی ہے وہاں یہ ساری باتیں کام میں رکاوٹ نہیں بن پاتی ہیں۔اساتذہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی چند تاثراتی تحریریں نظر سے گزریں جنہیں پڑھ کر خوشی ہوئی مگر قدرے افسوس بھی ہوا کہ جن باتوں کا رونا رویا جا رہا ہے کاش اساتذہ جامعہ نعیمیہ اور انتظامیہ کے افراد مل بیٹھ کر اس سلسلے میں کوئی ٹھوس قدم اٹھاتے تو سالہا سال کی اس تساہلی وغفلت کا حل کیا ناممکن تھا؟ صدر الافاضل کے فیضان کرم سے آج بھی جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں علم وفضل کے چندے آفتاب وماہتاب موجود ہیں اسباب ووسائل کے اعتبار سے بھی جامعہ الحمدللہ خود کفیل ہے جس سے ایک ماہنامہ اور حضرت ممدوح گرامی کی حیات وخدمات پر ایک سالنامہ بآسانی سے نکالا جا سکتا ہے مگر کسی ایسے مثبت پہلو پر شاید بالقصد توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔دو سال قبل جامعہ کے جشن صد سالہ کے سلسلے میں کشاں کشاں آوازیں پہنچ رہی تھیں کہ بہت زوروں سے تیاریاں شروع ہیں مگر وہ تیاریاں بھی نہ معلوم کس مصلحت کے پیش نظر سرد بستے میں پڑ گئیں۔اللہ تعالی اپنے اچھوں کے صدقے میں اساتذہ جامعہ وانتظامیہ کو اس سلسلے میں کچھ کر گزرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔ذاتی طور پر میں مولانا غلام مصطفٰی نعیمی زیدت مدارجکم سے کافی مطمئن ہوں امید کرتا ہوں کہ اگر انہوں نے آگے بڑھ کر اس جام ومینا کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس راہ میں تنہا نہ محسوس کریں میں دل وجان سے ہمراہ ہوں اور عروس البلاد ممبئی میں سبھی قابل قدر علماء وقلم کار مثلاً مفتی شعبان صاحب نعیمی حبابی، علامہ وارث جمال قادری ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، مولانا توفیق احسن برکاتی وغیرہ انشاءاللہ تعالی بھرپور قلمی تعاون دلایا جائیگا اور ممبر سازی کا کام بھی انشاءاللہ خوب خوب ہوگا۔وابستگان سلسلہ نعیمیہ کی جانب سے آپ کے اس قدم پر میں خصوصی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں پروردگار عالم اپنے اچھوں کے طفیل صدر الافاضل کی اس عظیم قلمی یادگار کو حاسدین ومعاندین کی نظر بد سے محفوظ ومامون رکھے اور فیضان نعیمی کو عام وتام فرمائے۔آمین

## سواد اعظم وقت کی ضرورت

شمشاد حسین ازہری الہ آبادی

الہ آباد سے کشمیر سفر کے دوران حضرت محبّ گرامی مولانا مفتی منظم علی خاں ازہری سے دہلی میں ملاقات کے وقت حضرت مولانا غلام مصطفٰی نعیمی کی ادارت میں شاہراہ ترقی کی طرف گامزن سہ ماہی مجلّہ سوادِ اعظم دہلی پہلی بار نظر نواز ہوا۔ایک ہی مجلس گفتگو کے دوران یہ احساس ہو گیا کہ مولانا موصوف کو فن کتابت اور تحریر مقالات اور نئے نئے ابھرتے ہوئے مسائل پر لکھنے پڑھنے کا کافی شوق ہے اور اسی شوق

کو عملی جامہ پہنانے اور اپنے دوسرے دوستوں کو بھی اس میدان میں طبع آزمائی کرنے کے لئے انہوں نے یہ عظیم وخطیر کام کا بیڑا مجلّہ ''سوادِ اعظم'' کے اجراء کی شکل میں اٹھالیا۔ مجلّہ کو پہلی مرتبہ دیکھنے پر یہ یقین ہی نہ ہوا کہ چند مرتبہ شائع ہونے والا یہ خالص اسلامی میگزین اس طرح کی ترقیوں سے ہمکنار ہو سکے گا۔ لیکن فضل الٰہی اور باوقار علماء کی مشاورت اور معزز مفکرین کی دانش وبینش نے اسے اس مقام تک پہنچایا ہے یقیناً یہ کام آسان نہیں بلکہ یہ راہ بہت ہی پرخار ہے البتہ کوشش، لگن محنت خلوص اور جذبۂ ایمانی کسی بھی مشکل امر کو آسان سے آسان تر بنانے میں معاون ومددگار ثابت ہوتے ہیں جس کی جھلک مجلّہ کے محتویات سے عیاں ہے، خصوصیت کے ساتھ مولانا منظّم علی خاں ازہری کے مضمون ''صدرالافاضل اور ماخذ علم تفسیر کی تمہید پڑھ کر دل باغ باغ ہوا اور ایک وقت کے لئے ایسا لگا جیسے میں مولانا ازہری کی تحریر نہیں بلکہ کسی کہنہ مشق ادیب کی کوئی عظیم تحریر پڑھ رہا ہوں لیکا یک دل سے دعا نکلی اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

میں مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی اور ان کے جملہ رفقاء کار کو اپنی طرف سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس مجلّہ کو لوگوں کا نورِ نظر بنا کر امت مسلمہ کی اصلاح کا ذریعہ بنائے نیز اس کے جملہ معاونین اور شرکاء سفر کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔ آمین

## لگا کہ خواب دیکھ رہی ہوں

کنیزہ خاتون امجدی

صدر المعلمات جامعۃ البنات برکاتِ رضا کھوند لپور بلاسپور ضلع رامپور یوپی۔

مکرمی حضرت علامہ غلام مصطفیٰ نعیمی صاحب تسلیمات قبول باد۔ خیریت طرفین نیک مطلوب

بعدہٗ!

رسالہ سوادِ اعظم نواز ہوا ایسا لگا کہ خواب دیکھ رہی ہوں کیونکہ سوادِ اعظم کے بارے میں اساتذہ وعلماء سے صرف یہ سننے کو ملا کرتا تھا کہ تقریباً پون صدی پہلے اہل سنت والجماعت کی صحافتی ثروت کے طور پر صرف سوادِ اعظم ہی تھا جو یہودی ونصرانی لابی، ہندو جن سنگھی، وہابی دیوبندی گروہ کی عیاری اور حکومت کی مسلم مخالف پالیسی سے ہر وقت جماعت اہل سنت کو باخبر کرتا تھا یہی تھا کہ جس میں ہر طرح کی بے باکی پائی جاتی تھی۔ سوادِ اعظم کی آواز ایک انقلاب آفرین آواز ہوتی تھی لیکن اسے اہل سنت کی بدقسمتی ہی کہئے کہ سوادِ اعظم اپنے سرپرست حضور صدرالافاضل کے وصال کے بعد عیاروں کی عیاری اور قوم مسلم کی بے رغبتی کا شکار ہو کر پتوار پھنس کر ڈوبتے ہوئے جہاز کی طرح ہچکولے کھانے لگا پھر اس پر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ مبارک رسالہ بے سروسامانی کے عالم میں ہم سے روپوش ہو گیا۔ اور پھر یہ رسالہ یا تو لائبریریوں کے نوادرات تک یا پھر علم دوست افراد کے ذاتی کتب خانوں کی زینت بن کے رہ گیا اور پھر آہستہ آہستہ اس کا نام تذکرہ نویسوں کے یہاں سے بھی ختم سا ہو گیا اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ سوادِ اعظم سینکڑوں لوگوں کے لئے قصۂ پارینہ بن کے رہ گیا۔ آپ کا ارسال کردہ رسالہ سوادِ اعظم مفتی صغیر احمد برکاتی کے توسط سے مجھ تک پہنچا وقت نکال کر اس کا مطالعہ کیا تو بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے کافی محنت کی اس کے مضامین کی سیٹنگ میں اور کالمز کی ترتیب وانتخاب میں۔ آپ کا اداریہ ''وقت آواز دے رہا ہے'' کے تحت اہل سنت کی گم نام شخصیات کے گوشہائے حیات اور کارناموں کو اجاگر کرنے پر ابھارنا، سوادِ اعظم کے ذریعے قوم مسلم کی صحیح رہنمائی کرنا اور سوادِ اعظم پر واقع ہونے والے حوادثات کا تذکرہ لائق ستائش ہے۔ یوں تو تمام مضامین اپنی علیحدہ نوعیت کے حامل ہیں لیکن جناب مفتی منظّم علی کا مضمون ''صدرالافاضل اور ماخذ علم تفسیر'' اور مولانا ذوالفقار نعیمی صاحب کا مضمون ''رسالہ سوادِ اعظم ایک جائزہ'' جناب شعیب رضا فاطمی صاحب کا

''موجودہ منظر نامہ اور مسلمان'' جناب فہیم احمد ثقلینی صاحب کا ''مسلم صحافت کا تاریخی جائزہ'' اور میری بہن محترمہ نوری قریشی صاحبہ کا جہان نسواں کے تعلق سے مضمون ''بڑا قصوروار کون مرد یا عورت'' خاص طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں (اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے قلم میں برکتیں عطا فرمائے) آپ نے جہان نسواں کے کالم میں مضمون فرمائش کی ہے جس سے از حد خوشی ہوئی کہ آپ نے مجھے اپنے مؤقر رسالہ میں جگہ دی ہے۔ ویسے آپ کو یہ احساس ضرور ہوگا کہ ایک عورت کو اپنے بچوں کی نشو ونماء میں کتنی وقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ میرے ذمہ بچوں کی پرورش کے ساتھ جامعۃ البنات برکات رضا کی صدارتی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ لیکن پھر بھی میں اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر آپ کے صحافی سفر میں ساتھ دینے کی کوشش کروں گی۔ فی الحال آپ کے فرمان کے مطابق میں اپنا مضمون آپ کے رسالہ کو نہ لکھ سکی کسی اہم مصروفیات کی وجہ سے آئندہ انشاء اللہ ضرور ضرور لکھوں گی۔ آخر میں میں آپ کو مخلص مشورہ کے طور پہ عرض کروں کہ آپ رسالہ کو خانقاہ قاہی اختلافات سے دور رکھنے کی پوری کوشش کریں کہیں ایسا نہ کہ خانقاہی اختلاف اس کو اپنے ہدف سے روک دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت عطا کرے۔

## سواد اعظم کی ضرورت پہلے سے زیادہ ہے

عبدالقیوم نعیمی

مدرسہ جمال مصطفیٰ بلاسپور ضلع رامپور، یوپی۔

محترم المقام واجب الاحترام قبلہ جناب علامہ غلام مصطفیٰ نعیمی مدیر ماہنامہ سوادِ اعظم دہلی سلام مسنون قبول باد۔

اللہ آپ کو سلامت رکھے آپ کا رسالہ سوادِ اعظم مفتی صغیر احمد کے ذریعے نظر نواز ہوا جو روح کی مسرت کا باعث ہوا لائق صد مبارکباد کے مستحق ہیں آپ کے آپ نے وہ مجلّہ پھر نکالنا شروع کر دیا جواب سے تقریباً ۷۵۔۷۰ سال پہلے عوام اہل سنت کے لئے عقائد کے نکھار اور مخالفین کے منصوبوں سے باخبر کرنے کا، سیاست میں ہونے والی اتھل پتھل سے روشناس کرنے اور قوم مسلم کو صحیح رہنمائی کرنے کا واحد ذریعہ تھا۔ اس دور میں یہ قصۂ پارینہ بن کے رہ گیا تھا۔ میں نے پرانا سوادِ اعظم اپنی نظر سے تو نہیں دیکھا لیکن اس کی خوبیوں کو سن اور پڑھ کر اسکے بند ہونے پر کف افسوس ضرور ملا تھا۔ لیکن آپ نے سوادِ اعظم کو دوبارہ نکال کر ملت کی اس ضرورت کو پورا کر دیا جو فی الوقت اس کو تھی اس لئے کہ سوادِ اعظم کی جتنی اس وقت ملت مرحومہ کو ضرورت تھی اتنی ہی اس وقت بلکہ اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ ملت مسلمہ دور حاضر میں ہر قوم کی دشمنی کا شکار ہے کہیں یہودی ونصرانی قوم مسلم کو روئے زمین برداشت کرنا گوارہ نہیں کر رہے ہیں تو کہیں ہندو کٹرپنتھی جیسے آر ایس ایس، بجرنگ دل، وشو ہندو پریشد وغیرہ جماعتیں مسلمانوں کو بدنام کر کے مایوسی کے گڑھے میں ڈالنا چاہتی ہیں۔ اور آستین کا سانپ بن کر وہابی، دیوبندی وغیرہ جماعتیں مسلمانوں کو گمراہ کر کے ارتداد کے دبیز اندھیروں میں لے جانا چاہتی ہیں۔ ایسے میں ایک میں ہی کیا بلکہ ہر ذی شعور مسلمان ایک ایسے مرکزی رسالہ کا خواہش مند تھا جو بیک وقت قوم کو سیاسی نظریات، مخالفین کے عناد، منافقین کے نفاق اور متعصبین کے تعصب سے بروقت آگاہ کرا سکے سو سوادِ اعظم سے یہ ضرورتیں کافی حد تک پوری ہونے کی امید قوی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے حوصلوں کو سلامت رکھے۔ آخر میں آپ کی بارگاہ میں مبارک باد پیش کروں اور یہ عرض کروں کہ سوادِ اعظم کو اسلاف کا نمونہ بنانے میں ہر تدبیر کو بروئے کار لائیں۔ میری مخلص دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

☆☆☆

# منقبت حضرت صدرُ العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ

از: بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی، شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی



وہ صدر تھے، وہ شاہ تھے، بلند پایہ گاہ تھے
فراز چرخ فضل پر، وہ فخر مہر وماہ تھے
وہ اپنے فقر زدہ میں اعلیٰ کی جلوہ گاہ تھے
وہ اپنے دم سے علم وفن کی جنت نگاہ تھے
خدا کی قدرتوں کے ایک معتبر گواہ تھے

گدائے بوریہ نشیں کچھ ایسے کج کلاہ تھے
ہزار کا روانِ علم جن کی گردِ راہ تھے
وہ سید وہ صفا وہ شمع نور مصطفیٰ
وہ بندگان خاص میں قبول بارگاہ تھے
وہ کاروانِ شوق کے امیر وسر براہ تھے

امام صرف ونحو تھے ادب میں غرق ومحو تھے
فقیہ شہر ودہر تھے محدث انام تھے
علوم عقلیہ میں ان کا مرتبہ بلند تھا
مفسروں کے شیخ تھے کلام کے امام تھے
وہ اپنی خوبیوں سے بے نظیر وبے پناہ تھے

مخالفوں کے شہر میں وہ ایک مردِ فرد تھے
کوئی نہ لب ہلا سکا وہ ایسے شیر مرد تھے
معاندان راہ حق کے حال گرد برد تھے
وہ صاحب جہاد تھے، وہ ماہر نبرد تھے
وہ حامیان حق کے میر لشکر و سپاہ تھے

وہ صاحب قلم بھی تھے وہ مالک سخن بھی تھے
وہ اپنی درسگاہ میں حکیم علم وفن بھی تھے
غریب طالبانِ دیں پر فضل ذوالمنن بھی تھے
وہ عارفوں کی انجمن کی شمع انجمن بھی تھے
فقیروں کے فقیر اور شہوں کے بادشاہ تھے

وہ مُنعمِ نعیم۲ تھے وہ صدر۳ کے فطیم تھے
وہ شیخ اشرفی۴ کے دائرے کے اک زعیم تھے
وہ حافظ سراوا۵ کے مصاحب وندیم تھے
وہ اپنے ہمسروں میں اک گوہر یتیم تھے
وہ رہ روان حق کی اک عظیم شاہ راہ تھے

میں ان کی بارگاہ کا فقیر بے نوا سہی
وہ اپنی عظمتوں کے ساتھ میرے خیر خواہ تھے
میں ان کی بارگاہ میں یہ نظم نذر لایا ہوں
اگر چہ میرے سارے شعر مثل برگ کاہ تھے
میں ان کا عبد خاص ہوں وہ میرے بادشاہ تھے



نام کتاب: سہ ماہی سواداعظم دہلی
مدیر: مولانا غلام مصطفی نعیمی
جلد اول: شمارہ اول
دورانیہ: مئی، جون، جولائی ۲۰۱۱ء
صفحات: ۴۸/قیمت فی شمارہ: ۲۵/روپے
قیمت سالانہ: ۱۰۰/اعزازی: ۵۰۰/روپے
قیمت برائے بیرون ممالک: ۲۵/امریکی ڈالر

**تبصرہ بر شمارہ اول**

ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۹ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی سرپرستی میں مفتی محمد عمر نعیمی نے السواد الاعظم کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا جو جماعت اہل سنت کا مضبوط صحافتی ترجمان تھا لیکن مذہبی صحافت کی روایتی سنت کے مطابق اس کی کئی بار نشأۃ ثانیہ ہوئی یعنی کئی بار بند ہوا پھر شروع ہوا مگر ۱۹۴۸ء کے بعد باضابطہ بند ہو گیا۔ یہ بیسویں صدی کے نصف اول کی بات ہے۔ اب اکیسویں صدی کے نصف اول میں پھر اس کی نشأۃ ثانیہ ہو رہی ہے اور اس بڑی تاریخی پیش رفت اور پیش قدمی کیلئے کمر بستہ ہونے والے نوجوان قلم کار مولانا غلام مصطفی نعیمی ہیں۔ اکیسویں صدی کے اس "سواداعظم" کا نقش اول سامنے ہے اس سے "سواداعظم" کا روشن مستقبل نمایاں ہے جس کے کاغذ سے ان کی کفایت شعاری کے ساتھ ساتھ ہولے ہولے سے پیش قدمی کرتے رہنے کی مالی صورت حال جھلک رہی ہے تو پہلے اداریے میں حضرت صدر الافاضل کی خدمات اور کارنامے پر کام کرنے کیلئے ان کا "وقت آواز دے رہا ہے" اور تاریخ گواہ ہے کہ وقت کی آواز کارگر ہوتی ہے، ان شاء اللہ ان کی مخلصانہ پیش قدمی نتیجہ خیز ثابت ہوگی شرط یہ ہے کہ اہل قلم علمائے اہل سنت کے قلمی تعاون کے ساتھ ساتھ اس رسالے کو مالی تعاون بھی بر وقت حاصل ہوتا رہے بطور خریدار اس کے ممبران میں اضافہ ہوتا رہے، حضرت صدر الافاضل سے نسبت رکھنے والے حضرات کا خصوصی اعزازی تعاون بھی ملتا رہے۔

**تبصرہ نگار**
مولانا ظفر الدین برکاتی، ایڈیٹر ماہنامہ کنز الایمان دہلی

# آئینۂ سواد اعظم



☆☆☆